THAT THEY MAY GAIN UNDERSTANDING IN FAITH

# کارِ دعوت کی دشواریاں اور مسائل

مصنف

فتحی یکن

مُترجم

ساجد الرحمٰن صدیقی


شعبہ دعوت و ارشاد

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

Marfat.com

# کارِ دعوت کی دشواریاں اور مسائل

مصنف

فتحی یکن

مترجم

ساجد الرحمٰن صدیقی

## شعبہ دعوۃ و ارشاد

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

Marfat.com

۲۹۷.۶۱
ک ۱ ۱ ۵ ۱ ت
23887
DATA ENTERED

# انتساب

ان کارکنوں کے نام جو دنیا کے کسی بھی حصّے میں فروغِ اسلام کی جدوجہد میں مصروف ہیں، جو اسلام کی خاطر اور اسلام کے روشن مستقبل کی اُمید میں زندگی گزار رہے ہیں۔

DATA ENTERED

Marfat.com

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فہرست


| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | پیش لفظ | ۱ |
| | تعارف | ۵ |
| | مقدمہ (طبع اوّل) | ۱۱ |
| | مقدمہ (طبع دوم) | ۱۳ |
| ۱۔ | تحریک اسلامی گزشتہ چالیس سال کے عرصے میں | ۱۵ |
| | اسالیب کار | ۱۵ |
| | تنظیم عمل | ۱۵ |
| | وحدت فکر | ۱۷ |
| | مخالف قوتوں کا صحیح اندازہ | ۱۸ |
| ۲۔ | راہ دعوت کی مشکلات اور داعیان حق کی آزمائش | ۲۰ |
| | آزمائش برائے تربیت | ۲۰ |
| | دور اول کے مسلمانوں کی آزمائش | ۲۲ |
| | حضرت ابراہیم کی آزمائش | ۲۳ |
| | حضرت موسیٰ کی آزمائش | ۲۴ |
| | حضرت عیسیٰ کی آزمائش | ۲۷ |
| | عہد نبوت میں مسلمانوں کی آزمائش | ۲۹ |
| | ایذا رسانی کی مختلف صورتیں | ۳۲ |
| | صحابۂ کرام کی آزمائش | ۳۴ |
| | حضرت بلالؓ کی آزمائش | ۳۵ |


Marfat.com

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | آلِ یاسر کی آزمائش | ۳۵ |
| | حضرت عثمان بن مظعون کی شہادت | ۳۵ |
| | عصر نبوت میں شہداء اسلام کی ایک مثال | ۳۶ |
| | دور تابعین میں آزمائش | ۳۹ |
| | سعید بن جبیر کی آزمائش | ۳۹ |
| | دور اول کے مسلمانوں کی آزمائش اور آج کے مسلمانوں کی آزمائش | ۴۲ |
| | امام حسن البناء شہید | ۴۲ |
| | قیمتِ ایمان | ۴۴ |
| | آزمائش کا مقابلہ | ۴۶ |
| ۳ - | داعیان حق کی زندگی میں اہم انعطافات | ۴۷ |
| | پہلا مرحلہ : متاہل زندگی کا آغاز | ۴۸ |
| | صحیح مقصود | ۴۸ |
| | حسن انتخاب | ۵۰ |
| | افراط و تفریط سے اجتناب | ۵۱ |
| | شوہر کی شخصیت خاندان کی اساس ہے | ۵۲ |
| | دوسرا مرحلہ : حصول دنیا | ۵۴ |
| | دنیا کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر | ۵۴ |
| | انحراف کے عوامل | ۵۵ |
| | شخصیت سازی کا طریقہ | ۵۶ |
| | اسلام کی عملی تربیت | ۵۹ |
| ۴ - | داعی حق اور تفہیم و تطبیق کا عمل | ۶۲ |
| | فہم صحیح | ۶۳ |


Marfat.com

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | تطبیق صواب | ۶۴ |
| | خفیہ وعلانیہ | ۶۵ |
| ۵۔ | کار دعوت کی قیادت اور اس کی راہنمائی اور تنظیم | ۶۸ |
| | تنظیم کی اہمیت | ۶۸ |
| | قیادت کی اہمیت | ۶۹ |
| | تاثیر روحانی | ۶۹ |
| | جسمانی صحت اور قوت جسم | ۷۰ |
| | عقلی صلاحیتیں اور فکری غذا | ۷۱ |
| | قائد دعوت کی خصوصیات | ۷۱ |
| ۶۔ | دعوت حق اور داعی کے مابین تنظیمی تعلق | ۷۶ |
| | اطاعت | ۷۶ |
| | کس کی اطاعت کی جائے | ۷۷ |
| | نافرمانی کس وقت واجب ہے | ۷۸ |
| | اپنے نفوس کو اطاعت کی عادت ڈالو | ۷۸ |
| | ذمے داری وجوابدہی | ۸۰ |
| | مسئولیت کا ذاتی شعور | ۸۱ |
| | تحریکی ذمے داری | ۸۲ |
| ۷۔ | تحریکی طبیعت | ۸۴ |
| | مرکز اثر انگیزی | ۸۷ |
| | مرکز قیادت عقل | ۹۰ |
| ۸۔ | داعیان اسلام اور خطرات | ۹۲ |
| | مزاحمت کے پہلو | ۹۳ |


Marfat.com

| صفحہ نمبر | مضامین | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۹۳ | اسلامی شخصیت | |
| ۹۴ | اسلامی عقلیت | |
| ۹۵ | اسلامی نفسیات | |
| ۹۶ | عدم افراط و تفریط | |
| ۹۸ | حقیقت اخلاص | |
| ۱۰۰ | اسلوب دعوت | ۹۔ |
| ۱۰۰ | عمدہ اسلوب | |
| ۱۰۱ | معتدل رویہ | |
| ۱۰۳ | مقصد کی وضاحت | |
| ۱۰۵ | داعیان اسلام اور صلاحیتوں کا فرق | ۱۰۔ |
| ۱۰۵ | صلاحیتوں کا فرق اور اس کی صورتیں | |
| ۱۰۶ | فرق کے عوامل اور اس کے اسباب | |
| ۱۰۸ | عقائد اور حزبیت | ۱۱۔ |
| ۱۰۸ | حزبیت اور انسانیت | |
| ۱۱۰ | عقائد اور ذاتیت | |
| ۱۱۱ | خلوص عمل اور مخالفین سے معاملہ | |
| ۱۱۴ | تحریک اسلامی کا فروغ و انحطاط | ۱۲۔ |
| ۱۱۷ | تربیت اور نشو و نما | |
| ۱۱۸ | تربیت کے مطالبات | |
| ۱۲۰ | تحریکی عمل اور مزاحمت | |
| ۱۲۲ | اللہ کی بندگی | |

Marfat.com

| نمبر شمار | مضامین | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۱۳- | جدید دور میں اسلامی شخصیت کی کمزوری کے اسباب و مظاہر | ۱۲۴ |
| | شخصیت کی تعریف | ۱۲۴ |
| | اسلامی شخصیت کی تعریف | ۱۲۵ |
| | جدید دور کی اسلامی شخصیت کی کمزوریاں | ۱۲۷ |
| | تقویٰ کی کمی | ۱۲۷ |
| | زندگی کے مظاہر سے متاثر ہونا | ۱۲۷ |
| | زندگی اور رزق کا خوف | ۱۲۸ |
| | ان خامیوں اور کمزوریوں کے اسباب | ۱۲۹ |
| | فساد مقاصد | ۱۳۱ |
| | تربیت کنندہ کا فساد | ۱۳۲ |
| | خلاصۂ کلام | ۱۳۳ |
| ۱۴- | ہمارے تنظیمی امراض | ۱۳۴ |
| | اصول شوریٰ | ۱۳۵ |
| | شوریٰ بلحاظ تطبیق | ۱۳۶ |
| | اسلام میں قیادت انفرادی ہے | ۱۳۶ |
| | اجتماعی قیادت کے نقصانات | ۱۳۸ |
| | شوریٰ کا قبول کرنا لازم نہیں ہے | ۱۳۹ |
| | قائدانہ صفات اور فلسفۂ اطاعت | ۱۴۰ |
| | خلاصۂ کلام | ۱۴۱ |
| ۱۵- | ہمارے نفسیاتی امراض | ۱۴۲ |
| | داعیان اسلام کو اپنے عیوب سے واقف ہونا چاہیئے | ۱۴۲ |
| ۱۶ | داعیان اسلام اور مرض تکبر | ۱۴۶ |

Marfat.com

| صفحہ نمبر | مضامین | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۱۴۷ | مرض تکبر | |
| ۱۴۷ | غرور علم و فضل | |
| ۱۴۸ | دینداری کا غرور اور نیکی کا ہیضہ | |
| ۱۵۰ | غرور شخصیت | |
| ۱۵۱ | داعیان حق اور اطاعت الٰہی | ۱۷- |
| ۱۵۸ | داعیان اسلام اور برادرانہ تعلقات کی شرعی حدود | ۱۸- |
| ۱۵۹ | اخوت اور حب فی اللہ | |
| ۱۵۹ | اخوت اور شریعت کا مفہوم | |
| ۱۶۰ | مقاصد اخوت | |
| ۱۶۱ | توسط و اعتدال | |
| ۱۶۳ | عالمی اسلامی تحریک کا قیام | ۱۹- |
| ۱۶۳ | عالمی اسلامی تحریک کے قیام کا جواز | |
| ۱۶۵ | اسلام کے لئے جدوجہد کے دائرے میں تجربات | |
| ۱۶۵ | وعظ و ارشاد کا طریقہ اور تبلیغی جماعت کا تجربہ | |
| ۱۶۶ | طاقت کے استعمال اور مسلح انقلاب کا طریقہ | |
| ۱۶۸ | تعلیمی اور فکری طریقۂ کار | |
| ۱۷۱ | اخوان المسلمون کا تجربہ | |
| ۱۷۴ | اخوان المسلمون اور حالات کی مزاحمت | |
| ۱۷۴ | عالمی اسلامی تحریک کی خصوصیات | |
| ۱۷۵ | انقلابیت | |
| ۱۷۶ | آفاقیت | |
| ۱۷۷ | فکری تحریک | |
| ۱۷۷ | عملی تحریک | |
| ۱۷۷ | ربانی تحریک | |

Marfat.com

# پیش لفظ

"الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو والصلوۃ والسلام علی الانبیاء والمرسلین
ولاسیما النبی الذی لا نبی بعدہ وعلی الذین اتبعو الی یوم الدین"

کسی کو حق کی طرف بلانے اور حق کی باتوں کے سمجھانے کی کوشش کو ہم دعوت وارشاد کہتے ہیں، دعوت کے لفظی معنی ہیں بُلانا، پکارنا۔ اور اپنی طرف متوجہ کرنا۔ اور ارشاد کے معنی غلط راہ سے ہٹا کر صحیح راستہ پر کسی کو لگا دینا، راشد کے معنی ہیں صحیح راہ پر چلنے والا۔ اور ارشاد کے معنی ہیں کسی دوسرے کو صحیح راستہ پر لگا دینا یعنی بھٹکنے سے بچا لینا یا بچانے کی کوشش کرنا۔

ان دونوں الفاظ کے معانی پر غور کرنے کے بعد ہر شخص بہ آسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ دونوں لفظ ساتھ ساتھ کیوں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دعوت دی جاتی ہے غیر مسلموں کو کہ وہ آئیں اور سمجھیں کہ دنیا میں خیر اور آخرت میں کامرانی کا صحیح راستہ کیا ہے، اور ارشاد کیا جاتا ہے ان خاندانی مسلمانوں کو، جو مسلمان تو ہیں مگر بہت سے وجوہ و اسباب کی وجہ سے وہ اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی ڈگر سے بھٹک بھٹک کر چل رہے ہیں۔

یہ کام کتنا مشکل ہے کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں سال سے غلط راستوں پر لگے ہوئے انسانوں کو حق کی راہ پر آنے کی دعوت دی جائے وہ تو آبا ؤ اجداد سے یہ یقین لئے بیٹھے ہیں کہ ان کے غلط راستے ہی سیدھے راستے ہیں۔ بلکہ ان سب کے جانی دشمن ہیں جو ان کو اور ان کے آبائی راستوں کو راہِ حق نہیں سمجھتے اس بارے میں ان کی بے عقلی اور شدت تعصب کا یہ حال ہے کہ وہ حق کی دعوت دینے والوں کی بات سننا ہی نہیں چاہتے۔ کانوں میں انگلیاں ڈال کر کانوں کو بند کر لیتے ہیں تاکہ حق کی بات ان

Marfat.com

کے کانوں میں نہ پڑسکے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی کیفیت بارگاہ الٰہی میں یہ بیان فرماتے ہیں " میں جب جب لوگوں کو بلاتا ہوں کہ وہ آئیں اور آپ ان کے گناہوں کی بخشش کر دیں تو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لیتے ہیں اور اپنی حماقتوں پر اصرار کرتے اپنے کو بہت ہی بڑے لوگ سمجھتے ہیں (۷۱)

پھر کیا ہوتا ہے۔

" ہماری دعوت پر وہ اور دور بھاگتے ہیں "

اور اگر بات ان کے کانوں میں پڑ بھی جائے تو کہتے ہیں،

"کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہم نے اپنی باپ دادا کو جس دین پر پایا ہے، اس سے منہ موڑ لیں" (۱۰/۷۸)

ہم تو کوئی ایسی بات سننا ہی نہیں چاہتے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے باپ دادا کا طریقہ ہی چھوڑنا پڑے ہم یہ کیسے مان لیں کہ ہمارے باپ دادا کسی غلط راہ پر گامزن تھے۔

اور یہ سب مدارج طے ہو جائیں۔ اس طرح کہ وہ حق کی بات سن بھی لیں، اور پوری طرح سمجھ بھی لیں تو ایک آخری رکاوٹ سامنے آجاتی ہے وہ ہے جذبہ آباء پرستی۔ اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دینا بڑے عزم اور بڑے حوصلہ کا کام ہے اس عزم و حوصلہ کو پیدائشی مسلمان بڑی مشکل ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اور یہ بیچارے سمجھیں بھی کیسے ان کو تو بغیر ترک و اختیار اور بغیر درہم و دینار دولت اسلام مل گئی ہے۔ وہ کیا جانیں کہ اسلام کے لئے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ مگر جن کو یہ دولت آبا و اجداد سے نہیں ملی ہے۔ بلکہ ان کی فطرت سلیمہ کو ماں باپ کی تعلیم و تربیت نے مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

" ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک خاص طریقہ پر چلتے دیکھا ہے۔ اور ہم ان ہی کے نقش قدم سے صحیح راستہ پائیں گے " (۴۳/۲۲)

ہم نے تو اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ (۲۶/۷۴)

پرانے مسلمان ذرا دیکھیں کہ ایک نومسلم کو کتنے ظلماتی پردوں کو اپنے ذہن سے نوچ نوچ کر باہر پھینکنا پڑتا ہے اور کتنے ظلماتی دریاؤں کو ڈوب کر عبور کرنا پڑتا ہے۔ اور کس قدر وسیع مفادات و روابط دنیاوی کو توڑنا پڑتا ہے۔ کفر چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا تو بڑا انقلابی کام ہے۔ خانقاہوں

Marfat.com

کے مراسم میں سے ایک چھوٹی سی رسم کو چھوڑنا بھی بڑا مشکل ہے اب ذرا سوچئے تو ایک شخص کا ذہن کتنی کاوشوں اور کتنے غیر معمولی دباؤ کے بعد اس واقعیت کو قبول کر سکے گا کہ وہ جس بات کو اب تک صحیح اور بالکلیہ مبنی بر حقیقت مانتا تھا دل کی گہرائیوں سے اس کی حقانیت پر یقین رکھتا تھا وہ بات خلاف حقیقت واقعیت ہے بلکہ محض شیطانی وسوسہ ہے پھر کس فرزند کا دل و دماغ اس تصور سے خوش ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں جو مر چکی ہے اپنے عقائد اور اپنے اعمال کی خرابی کی وجہ سے عذاب جہنم میں گرفتار ہے۔؟

یہ تو وہ ذہنی کشمکش ہے جو کسی کافر کو اسلام لانے کی راہ میں پیش آتی ہے۔ اب اس مخلص اور دیندار مسلمان کی ذہنی تکلیف کا اندازہ لگایئے جو اسے کارہائے دعوت و ارشاد کے سلسلہ میں پیش آتی ہے اسے ایسے لوگوں کو مطمئن کرنا ہے جو دین آباء سے چمٹے ہوتے ہیں انہیں ایسے ضدی احمقوں کو بات سمجھانی ہے جو کسی طرح حق کی آواز سننے ہی کو تیار نہیں ہیں۔ وقت کی مصلحت کہتی ہے کہ یہ آہستہ آہستہ اپنی ضد سے باز آجائیں گے۔ فی الوقت تو انہیں حلال و حرام سے دور ہی رکھو اور ٹھیک اسی وقت اس کے قلب کی گہرائیوں سے اس کا ایمان اور یقین کامل متنبہ کرتا ہے کہ

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

کتنے پکے ایمان والے تھے وہ علمائے عظام جن سے زار روس نے کہا تھا کہ اسلام قبول کرنے کو ہم اور ہماری ساری قوم تیار ہے بشرطیکہ آپ ہمارے لئے شراب کا پینا حلال قرار دیں۔ ہم مسلمان تو ہو جائیں گے لیکن شراب ہرگز نہ چھوڑیں گے اس پر علمائے کرام نے جواب دیا کہ آپ مسلمان ہوں یا نہ ہوں بلکہ جو مسلمان دنیا میں ہیں وہ خدانخواستہ کافر بن جائیں لیکن ہم شراب کو حلال نہیں کہہ سکتے ہمارے عقیدہ میں یہ اختیار علمائے وفقہا تو کیا چیز ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ ممنوع قرار دے اسے رسول اللہ حلال کر دیں اور اسی طرح سوچئے تو کتنے ابن الوقت تھے وہ لوگ جنہوں نے ہندوستان کے حضرت کو خوش کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کا اوتار تسلیم کیا اور پھر علی کے دس اوتار قبول کر لئے۔ یا ان مسیحوں کو کیا کہا جائے جنہوں نے رومن تہرائیوں کو قریب تر کرنے کے لئے تثلیث کا عقیدہ

Marfat.com

پیدا کر دیا۔ تاکہ دینِ مسیحی ان کے لئے قابلِ قبول ہو جائے اگرچہ ابتدائی مسیحی مبلغین کو بڑی بے مثال کامیابی ہوئی اور دینِ مسیحی سب نے قبول بھی کر لیا۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ کارِ دعوت وارشاد کی راہ میں آنے والی مشکلات کا ایسا حل جو اصل دین ہی کو مسخ کر دے کوئی حل نہ ہوا بلکہ راہِ حق سے عداوت ہوئی۔ اس کی ایک بہت بری مثال وہ غیر شرعی طریقہ مداہنت بھی ہے جو کافروں کے قریب تر لانے کے لئے جاہل مرشدوں نے اختیار کر لیا ہے۔

ان مسائل کے علاوہ جو زیرِ دعوت غیر مسلموں اور زیرِ ارشاد مسلمانوں کی ذہنی کشمکش اور خود داعی کی اندرونی کیفیت سے پیدا ہوتے ہیں کچھ خارجی مشکلات بھی راہ دعوت وارشاد میں پیش آتی ہیں اور بڑی شدت کے ساتھ راہِ عمل میں حائل ہو جاتی ہیں، ان پر قابو پا کر انہیں راستہ سے ہٹانا انفرادی مساعی نہیں بلکہ اجتماعی کوششیں اور مضبوط تنظیموں ہی کے ذریعہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ورنہ کافر کا دل حق کو قبول کرنے کے لئے تیار بھی ہو پھر بھی اس کا اسلام لانا امرِ محال ہو جاتا ہے۔

صاحبِ قلم فاضل فتحی یکن کی زیرِ نظر کتاب ان علمی دقتوں کو راہ دعوت وارشاد سے ہٹانے اور خاص طور پر ان لوگوں کی راہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے جو دعوت وارشاد کی خدمت انجام دے کر قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں مقامِ مقبولیت پر فائز ہونے کی مخلصانہ آرزو رکھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین اس کتاب کو عملی زندگی میں ایک مفید رہنما پائیں گے اور کارِ دعوت وارشاد میں جو مشکلات پیش ہیں ان سے پوری طرح واقف ہو کر وہ اس کارِ واجب کو ادا کر سکیں گے۔

واللہ ھو الموفق للصّواب۔

عبدالقدوس ہاشمی

اسلام آباد، ۶ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

۳۰ر مئی ۱۹۸۲ء

Marfat.com

# تعارف

احمدہ و اصلی علی رسولہ الکریم

رب العالمین نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس کرہ ارضی پر بھیجتے وقت ارشاد فرمایا تھا۔

قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدی فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون - سورہ بقرہ آیت ۳۸

ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ سورۃ البقرہ آیت ۳۸۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ انسان کو ہر حال میں اپنی زندگی فرمان الٰہی کے مطابق گزارنی چاہیئے لیکن انسان کے جنت سے نکلنے کا سبب۔ چونکہ شیطان تھا تو اس نے بھی روز اوّل سے ہی اسے بہکانے کی اجازت خدائے قدوس سے مانگ لی تھی۔ رب العالمین نے ان الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون - قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم - قال رب بما اغویتنی لا زیّنن لھم فی الا رض ولا غوینھم اجمعین - الا عبادک منھم المخلصین - سورہ حجر آیت ۳۵-۴۰

بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے۔ اس دن تک کہ مردے زندہ ہوں، فرمایا کہ تو مجھ کو ڈھیل دی۔ اسی مقرر وقت کے دن تک۔ بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان

Marfat.com

سب کو بہاریں دکھلاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھو دوں گا ان سب کو مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں ۔ (سورہ الحجر آیت ۳۵ - ۴۰ -

چنانچہ اس پر عمل کرتے ہوئے وہ طرح طرح کے طریقوں سے اولاد آدم کو اس کے حقیقی راستے سے بہکانے میں مصروف رہا۔ اور قیامت کے دن تک اس میں مصروف رہے گا۔ اس کے مقابلے میں رب سبحانہٗ بھی اپنی سنت کو پورا کرتے رہے۔ انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ لگاتار جاری رہا جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر تاجدار دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ تمام انبیاءؑ اور رسولوں کا کام دعوت الی اللہ یعنی اللہ کے راستے کی طرف بلانا تھا۔ قرآن مجید حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے رب العالمین کے سامنے اپنی دعوت کی کہانی کو یوں بیان کیا۔

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا۔ فلم یزدھم دعائی الا فرارا وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا۔ سورہ نوح آیت ۵-۸

بولا اے رب میں بلاتا رہا۔ اپنی قوم کو رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔ اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تا کہ ان کو بخشے۔ ڈالنے لگے انگلیاں اپنے کانوں میں اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور۔ (سورہ نوح آیت ۵ - ۸)

اسی طرح قرآن مجید نے دوسرے انبیاءؑ اور رسولوں جیسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ حضرت یوسفؑ۔ حضرت صالحؑ ۔حضرت شعیبؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

یہ مختلف انبیاء اور رسول مختلف اوقات میں مختلف قوموں کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں میں رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے جہاں پر ہر ایک کو مختلف قسم کے مسائل سے سابقہ پیش آیا۔ ہر ایک کے کار دعوت میں پیش آنے والی دشواریاں دوسرے سے مختلف تھیں اور اس کا سبب ہر قوم کے اپنے امراض تھے جو دوسری قوم سے مختلف تھے کسی قوم میں کم تولنے کا مرض تھا تو دوسری قوم میں لواطت کی وبا۔ لیکن انبیاء علیہ السلام نے ہر ایک کا کافی وشافی علاج

Marfat.com

کیا اور اپنی دعوت کے ذریعہ انہیں اللہ کے راستے پر ڈال دیا۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت انہیں اس سے نہ روک سکی اور شیطان کا کوئی بھی حیلہ اور مکر و فریب ان پر اس لیئے نہ چل سکا کہ وہ رب العالمین کے فرستادہ تھے اور وہ مولی کریم خود ان کا نگہبان۔

سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ انبیاء اور رسولوں کے اس قافلے کے آخری شہسوار تھے جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا۔ آپ کا کام بھی سابقہ انبیاء اور رسولوں کی طرح اللہ کے دین کی دعوت دینا تھا چنانچہ آپ نے اللہ کے دین "اسلام" کی دعوت دی۔ سب سے پہلے مکہ کے لوگوں کو اس کی طرف بلایا۔ وہاں کے صالح عنصر نے آپ کی آواز پر لبیک کہا لیکن شریر اور بدمعاش اس کے مخالف ہو گئے۔ انہوں نے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے آپ کی دعوت کو روکنے کی کوشش کی لیکن ان کی بھی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور قافلہ حق دن بدن آگے بڑھتا گیا۔ آخر کار وہ آپ کی جان کے درپے ہو گئے چنانچہ آپ نے اللہ تعالی کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں دعوت کا کام آپ کے بھیجے ہوئے معلمین کے ذریعے پہلے سے جاری تھا اور اب آپ یہاں ان کی دعوت ہی پر تشریف لائے تھے اس لیئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کام کو پوری تن دہی سے سرانجام دیا آپ کی دعوت دین اس قدر پھیلی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف پورا مدینہ بلکہ پورا جزیرہ عرب اس کا داعی بن کر آپ کے تابع ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد چونکہ انبیاء اور رسولوں کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ اس لیئے دعوت کی یہ ذمہ داری امت کے کندھوں پر آپڑی آپ کے خلفاء راشدین نے اس ذمہ داری کو بڑے ہی اچھے طریقے سے پورا کیا۔ انہی کے زمانے میں دعوت کی مشعل جزیرہ عرب سے باہر نکلی اور اس نے بہت تھوڑی مدت میں دنیا کے چار براعظموں کو اپنے نور سے منور کر دیا۔ اسلام کے اس قدر جلدی اتنے بڑے وسیع علاقے میں پھیل جانے کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس کے حاملین حکمران تھے بلکہ وہ حکمران ہونے کے ساتھ داعی بھی تھے اور فاتح ہونے کے ساتھ مبلغ بھی۔ اسی طرح امت اسلامیہ کا ہر فرد اپنے کسی بھی کام میں ماہر ہونے کے ساتھ داعی بھی تھا۔ انڈونیشیا تک اسلام حکمرانوں کے ذریعہ نہیں بلکہ تاجروں کے ذریعہ پہنچا کیونکہ ایک مسلم تاجر صرف تاجر نہ تھا بلکہ تاجر ہونے کے ساتھ اسلام کا داعی بھی تھا؛

انہیں قدم قدم پر طرح طرح کی دشواریاں اور مشکلات بھی پیش آئیں مگر انہوں نے ان سب پر

Marfat.com

قابو پالیا اور دعوت کے میدان میں ان دشواریوں اور مشکلات کے مقابلے کو اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سابقہ انبیاء و رسل کی سنت سمجھا چنانچہ وہ ان سب پر غالب آ گئے۔ دنیا کے حیلے اور مکر و فریب نہ تو انہیں ان کے اصل راستے سے بہکا سکے اور نہ ہی ان کی راہ روک سکے۔

آج جبکہ دعوت کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہے تو ہمیں بھی چاہیئے کہ اس میدان میں پیش آنے والی دشواریوں اور مشکلات کا جائزہ لیتے رہیں تاکہ ہمیں ان پر قابو پانے میں آسانی ہو یہ ہمارے راستے میں روڑہ بننے کی بجائے ہمارے سامنے موم ہو جائیں۔ ہمارا کام ماضی کی طرح آئندہ بھی اسی جذبے اور ولولے سے جاری رہے اور اسلام کی دعوت تمام دنیا میں پھیل جائے خود آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔

فو اللہ لان یہدی اللہ بک رجلا خیرلک من ان یکون لک حمر النعم (مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ)

خدا کی قسم اگر اللہ تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

زیر نظر کتاب "کار دعوت کی دشواریاں اور مسائل" بھی اسلام کی اس دعوت سے تعلق رکھتی ہے جس کا پچھلی سطور میں ذکر ہوا ہے یہ عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت جناب فتحی یکن کی تالیف ہے انہوں نے اس کتاب میں عصر حاضر میں دعوت کے کام کے دوران پیش آنے والی دشواریوں اور مشکلات جائزہ لینے کے بعد آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام (رضوان اللہ عنہم اجمعین) کی زندگی کی روشنی میں اس کا حل بھی پیش کیا۔ دعوت کا کام چونکہ ان تمام حضرات کی سنت ہے اس لئے ہماری کامیابی بھی صرف اور صرف اسی طرح سے دعوت دینے میں ہو سکتی ہے موصوف کی زندگی کا نچوڑ ان کی دعوت کے موضوع پر کتابیں ہیں۔ "کار دعوت کی دشواریاں اور مسائل" کے جیسے

"ماذا یعنی انتمائی الی الاسلام"
(میرے اسلام سے منسوب ہونے کا کیا مطلب ہے ؟)

Marfat.com

## " قوارب النجاة فی حیاة الدعاة "

(مبلغین کی زندگی میں سفینہ نجات)

اس کے علاوہ موصوف کی سب سے بڑی کتاب جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے "موسوعۃ الحرکیۃ" (تحریکوں کا دائرہ معارف) ہے جس میں انہوں نے زمن رسول سے آج تک تمام اسلامی تحریکوں کا جائزہ لیا ہے جیسا کہ نام، ہی سے ظاہر ہے موصوف ترکی کے رہنے والے ہیں اور آج کل لبنان میں قیام پذیر ہو کر دعوت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں ان کا قلم ہمیشہ دعوت اور دعاۃ (مبلغین) کی مختلف مشکلات کے حل میں اٹھاتے اور وہ ہمیشہ تحریک اسلامی کی ایجابیات اور سلبیات جمع کرنے میں مصروف رہے ہیں تاکہ ان کی روشنی قدم ضرور آگے بڑھایا جاسکے رب العالمین ان کی اور ہم سب کی دعوت کے میدان خدمات کو اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

تاج الدین ازہری

Marfat.com

Marfat.com

# مقدمہ

## (طبع اوّل)

اسلامی دعوت کی راہ میں کئی عملی دشواریاں حائل ہیں، جن سے داعیانِ اسلام کو سابقہ پیش آتا رہتا ہے ان میں سے کچھ دشواریاں ایسی ہیں جن کا تعلق معاشرے اور سوسائٹی کے بگڑے ہوئے نظام سے ہے اور کچھ دشواریاں ایسی ہیں جو تنظیم اور دعوت کے بارے میں صحیح سوچ اور فکر سے متعلق ہیں۔

ان تمام دشواریوں کی واحد وجہ منحرف غیر اسلامی معاشرہ ہے جس میں داعیانِ حق زندگی گزارنے اور اسی ابتر اور بگاڑ میں مبتلا معاشرہ میں حق کی تبلیغ کرنے پر مجبور ہیں... داعیانِ حق کو اولین احتیاط یہی لازم ہے کہ اس معاشرے پر اپنی پاک سیرت اور اعلیٰ اخلاقی مثالی نمونوں کا اثر ڈالیں اور خود سماجی اور تہذیبی آلودگیوں سے محفوظ رہیں، اور اس تحفظ کے تمام مناسب ذرائع اختیار کریں۔

تقاضائے کارِ دعوت یہ ہے کہ دعوت حزرِس ہو اور داعی اس کا پورا اہتمام کرے اور اس کو صحیح طریقے پر پیش کرے اور ایسا محکم، استوار اور حقیقی منہاج اختیار کرے جس کے زیر اثر منتسبین دعوت اپنی اسلامی شخصیت اور سیرت و کردار کی تعمیر کر سکیں، جس میں نہ افراط ہو اور نہ تفریط جس میں نہ تمام رخصتیں ہوں اور نہ تمام عزیمتیں اور جس میں نہ سُست روی ہو اور نہ غلو اور تقشف اور جو عقلی نفسیاتی اور جسمانی لحاظ سے متوازن ہو اور یہی توازن کارِ دعوت میں مصروف شخصیات میں ابھارے اور پیدا کرے۔

داعی کے افکار و اخلاق اور اس کے اصول و اقدار کے درمیان اور معاشرے کے جدید جاہلی مظاہر کے درمیان تضاد بہت سے مسائل اور مشکلات کا بنیادی سبب ہے اور تمام حالات میں فریضۂ دعوت اسی امر کا متقاضی ہے کہ مکمل شعور اور کامل ادراک کے ساتھ ان مشکلات و مسائل کا تجزیہ کر کے ان کا

Marfat.com

مناسب حل تلاش کیا جائے۔ اور مسلمان نوجوانوں کی زندگیوں سے جاہلی معاشرے کے اثرات، انحرافات اور شذوذ (PERVERSION) کو ختم کیا جائے۔

بلاشبہ کار دعوت کو صحیح خطوط پر چلانے اور درست منہاج پر استوار کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام معاملات میں جو داعی حق کو پیش آسکتے ہیں عملی تجربات سے استفادہ کیا جائے اور ان تجربات کی روشنی میں جملہ پیش آمدہ مسائل کا جائزہ لیا جائے۔

یہ معمولی سی سعی اسی مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ ایک مکمل جائزہ پیش کیا جائے کہ دور جدید میں داعیان حق کو کن مشکلات کا سامنا ہے کون سی دشواریاں سد راہ بنی ہوئی ہیں اور کون سے مسائل تعویق پیدا کر رہے ہیں اور ان تمام مسائل اور دشواریوں کا عملی حل کیا ہے۔

بہر حال میں نے اپنے فرض کا کچھ حصّہ ادا کر دیا ہے، اور صاحب تجربہ اور درائے داعیان حق کو اس جانب متوجہ کر دیا ہے کہ وہ اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں اس موضوع کو ضبط تحریر میں لائیں۔

واللہ ولی الامر والتوفیق

مؤلف

طبع اوّل ۱۹۶۷ء

Marfat.com

# مقدمہ

## (طبع دوم)

تقریباً ربع قرن سے جدید اسلامی تحریک سخت آزمائش کے دور سے گزر رہی ہے اور اپنے کارکنوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہی ہے اور جس قدر جانی اور مالی متاع کار دعوت میں کھپا رہی ہے اس کا بہت ہی کم صلہ پا رہی ہے۔ بلکہ سخت ترین آزمائش یہ ہے کہ جس کشت کی آبیاری تحریک اسلامی کرتی ہے اس کی فصل دوسرے کاٹتے ہیں اور جس عمارت کی بنیادوں میں تحریک اسلامی کے کارکن اپنا پسینہ بہاتے ہیں اور اس پر دوسرے قبضہ جما لیتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود تحریک اسلامی دعوت کے انہی اسالیب پر کاربند ہے جو وہ پہلے اپنا چکی ہے۔ اور ان حالات و کوائف میں اختیار کر چکی ہے جو اب باقی نہیں رہے ہیں۔ بالخصوص اس علاقہ میں تحریک اسلامی جس انجام سے دوچار ہوئی ہے وہ بڑا ہی دردناک ہے۔

ان امور کے پیش نظر میں نے یہ کتاب تحریر کی تاکہ اس میں میں اسلامی تحریک کے ارتقاء کو واضح کر سکوں اور بتا سکوں کہ جدید جاہلیت کے بالمقابل اور اس کی مادی تحدیات کے متوازن دعوت اسلامی کو کیا طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥

(الحج : ٥٤)

اور واقعی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ راہ راست دکھلاتا ہے

طبع دوم ۱۹۷۰ء — مؤلف

Marfat.com

Marfat.com

# تحریکِ اسلامی گزشتہ چالیس سال کے عرصے میں

گزشتہ سالوں میں تحریک اسلامی پے درپے جن مصائب، آزمائشوں اور دشواریوں سے دوچار ہوتی رہی ہے اس سے مختلف اسلامی ممالک میں اسلام کے لئے کام کرنے والوں کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا ہوا ہے کہ یہ جائزہ لیا جائے کہ گزشتہ چالیس برسوں سے دعوت اسلامی کن تجرباتی مراحل سے گزر رہی ہے اور اس کی جدوجہد کس نہج پر جاری رہی ہے اور پوری امانت و دیانت اور اخلاص کے ساتھ بیان کیا جائے کہ اس عرصے میں اسلام کے فروغ اور اس کے احیاء کی جدوجہد میں کیا پیش رفت ہوئی ہے اور اس جدوجہد میں کیا محاسن بروئے کار آئے اور کن خامیوں اور کوتاہیوں سے واسطہ پڑا۔

## ۱۔ اسالیب کار

اب تک اسلامی جدوجہد جو ذرائع اور اسالیب دعوت اختیار کرتی رہی ہے ان میں غور و تامل کی ضرورت ہے تاکہ ان کا جائزہ لے کر انہیں بہتر بنایا جائے اور تحریک اسلامی کی موجودہ ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق تشکیل دیا جائے اور حالات حاضرہ اور گردوپیش کے واقعات سے ہم آہنگ بنایا جائے۔

یہی نہیں بلکہ متعدد علاقوں اور دنیا کے مختلف حصوں کی ضروریات کو بھی مدنظر رکھا جائے اور اس مقام کے مخصوص حالات کی بھی رعایت کی جائے۔ کیونکہ ایک مقام پر دعوتِ اسلام کے لئے جو اسالیب اختیار کئے جائیں ضروری نہیں ہے کہ وہی اسالیب دوسرے مقام کے لئے بھی مفید ہوں اور جو طریقے اور مناہج ایک خاص اور متعین دور میں موزوں ثابت ہوئے ہوں ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر دور میں موزوں ثابت ہوں۔ اور ان کی تمام تفصیلات اور جزئیات بعینہٖ اسی طرح قائم رہیں۔

## تنظیم عمل

جہاں اسلامی جدوجہد اور کوششوں اور مساعی کو نئے اسالیب اور جدید طریقہ ہائے کار کی ضرورت

Marfat.com

ہے وہاں اسلامی تحریک کی یہ بھی ایک لازمی ضرورت ہے کہ تحریک اسلامی کو انجام اور مقصود تک پہنچانے کے لئے تنظیمی پہلو کا بھی جائزہ لیا اور اسے اسلامی تحریک کے نئے اسالیب اور جدید طریقہ ہائے کار سے ہم آہنگ بنایا جائے اور اس میں ان تمام ضرورتوں کو ملحوظ رکھا جائے جو دورِ جدید کی ضرورتیں اور تقاضے ہیں کہ صورت احوال کا پورا پورا علم حاصل ہو اور اسلام کے مخالف قوتوں اور طاقتوں کا صحیح ادراک ہو اور یہ معلوم ہو کہ جس معاشرے میں آج کا انسان رہ رہا ہے اسے کیا کیا مسائل درپیش ہیں اور کون سی فکری لہریں ہیں جن سے اسے سابقہ پیش آ رہا ہے۔ مزید برآں گہری بصیرت کے ساتھ یہ جائزہ بھی لیا جائے کہ حالات و واقعات کس قدر اسلام کے حق میں ہیں اور دعوتِ اسلامی کے پھلنے پھولنے کے کس قدر امکانات ہیں۔

اس تفصیلی جائزہ سے یہ معلوم ہوگا کہ تحریک اسلامی جو صدمات اٹھاتی رہی ہے اور جو ناکامیاں اس کے راستے میں پیش آتی رہی ہیں وہ درحقیقت چند اسالیب دعوت کو اختیار کئے رہنے اور دعوت کے بعض طریقوں کو اختیار کئے رہنے سے پیش آئی ہیں۔

بلکہ اگر اس بات کو زیادہ وضاحت سے کہا جائے اور حال و مستقبل میں اپنے سابقہ تجربات سے مستفید ہونے کی غرض سے مسائل و معاملات کے بارے میں اسلامی تحریک کے رویے کو دیکھا جائے "تو ہم یہ کہہ سکتے" ہیں۔ کہ مقاصد کے تعین میں سطحیت اور سفر کے فاصلوں کے غلط اندازے اسلامی تحریک کے راستے میں مزاحمت اور رکاوٹ کا بنیادی سبب بنے ہیں اور اس سبب کا تدارک ضروری ہے۔

ابتدائی فطری ماحول میں اس سطحیت کو توکل کہا جا سکتا ہے لیکن ترقی یافتہ مہذب معاشروں میں یہ سطحیت لاپرواہی اور غفلت بن جاتی ہے۔

دنیاوی مقاصد کے لئے قائم ہونے والی تنظیمیں اور پارٹیاں اپنے پروگرام بڑی جزرسی اور دقتِ نظری کے ساتھ مرتب کرتی ہیں اور اپنی تنظیم کو اپنے تجربات اور مطالعے سے فائدہ بہم پہنچاتی ہیں۔

اسلامی تنظیمیں جو دعوت حق کے لئے اٹھتی ہیں اور ہدایت ربانی اور نور الٰہی کے فروغ کے لئے برپا ہوتی ہیں ان کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ بے حد جزرسی اور دقتِ نظری کے ساتھ اسلام کی تنظیم کریں۔

تنظیم کی اہمیت کے پیشِ نظر میں مختصراً اسی سطحیت کی جانب بھی تھوڑا سا اشارہ کروں گا۔ جو تحریک کے تصور اور دائرہ کار میں پائی جاتی ہے۔

ہمارے پیشِ نظر دو اہم سوالات ہیں جو اسلامی عمل اور اس کے مقاصد کا بہت اہم جز ہیں اور جن کا جواب

Marfat.com

خاصا دقت طلب ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی جد وجہد اور دعوت اسلام جاری معاشرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کی دعوت ہے یا دعوت اسلامی ایک ایسے پروگرام کی حامل ہے جس کی رو سے جاہلی معاشرے کو بالکل منہدم کرکے اس کی جملہ صورتوں اور شکلوں کو مٹا کر ایک نیا معاشرہ برپا کیا جائے جس میں تمام اسلامی خصوصیات اور مفہومات موجود ہوں؟ اگر دوسرا پہلو مقصود ہے تو ہمارے اسلامی تحریک کے پروگرام اور مناہج اس کے لئے ناکافی ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر اسلامی تحریک کا مقصود حیات اسلامی کا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ از سر نو احیاء ہے تو ہمارا حکومتوں اور اقتدار وقت سے وقتاً فوقتاً یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اسلام کے بارے میں ہمارے مطالبات تسلیم کریں کس حد تک درست ہو سکتا ہے حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ ان مطالبوں کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر اسلامی تحریک کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے پروگرام کو خود ہی بروئے کار لائے اپنے مقاصد کو خود ہی حاصل کرے اور اس پروگرام اور ان مقاصد کو ایسی منطق سلیم سے مربوط کرے کہ اسلامی تحریک منطقی طور پر ان مقاصد کے حصول کی جانب سفر کرے، اور خود ہی اقتدار اور حکمرانی کی ذمہ داریاں سنبھالے اس لئے کہ سعی وکوشش کے بعد اقتدار کو چھوڑ دینا اخلاص اور زہد نہیں ہے اس لئے کہ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی نظریاتی تحریک نہیں پائی جاتی جس نے اپنے نظریات کے لئے جد وجہد کی ہو اور جب ان نظریات کی اساس پر حکومت کی تشکیل اور معاشرے کی ساخت کا مرحلہ آیا ہو تو اس نے اپنی سعی وکوشش کی تمام پونجی ان لوگوں کے حوالے کر دی ہو جو ان نظریات پر یقین نہ رکھتے ہوں چنانچہ انقلاب فرانس روسو والٹیر اور منٹیسکو کی آرزوئں کی تشکیل، اشتراکی انقلاب مارکس اور لینن کے دیئے ہوئے پروگرام کی عملی تصویر اور جرمنی نازیت ہیگل فشٹے، گوئٹے اور نطشے کے خوابوں کی تعبیر ہے۔

## وحدتِ فکر

دیگر ضروری امور کی ساتھ اسلامی تحریک کے لئے ایک ضروری امر یہ ہے کہ دعوت کے جملہ کارکنوں میں فکری وحدت موجود ہو یعنی کچھ ایسے مشترکہ فقہی قواعد ہوں جو تحریک کے تمام مواقف میں کارفرما اور جملہ آراء اور نظریاتی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی تصورات میں مؤثر ہوں۔

باوجودیکہ کتب خانے اسلامی کتب سے بھرے ہوتے ہیں لیکن خود اسلامی تحریکات کے پاس ایسے

Marfat.com

اصول موجود نہیں ہیں جو اسلامی تنظیموں کے لئے قانونی اساس کا کام دیں۔ لیکن میری اس بات سے یہ مفہوم نہ لیا جائے کہ میں فکر و سوچ پر پہرے بٹھا دینے کا قائل ہوں نہیں بلکہ میری رائے یہ ہے کہ ارباب اختصاص کے لئے باب اجتہاد کھلا رکھا جائے لیکن جہاں تک دعوت اسلامی کی تحریک کا تعلق ہے اس میں شرعی مفاہیم کی وحدت بہت ضروری ہے۔

تحریک اسلامی کو دعوتِ اسلام کے ضمن میں جو امور اور معاملات پیش آتے ہیں ان کے بارے میں بہت سی آراء اور اقوال ہو سکتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ پوری دعوت ایک ہی موقف پر قائم ہو اور تحریک کے تمام رفقائے کار اختلاف رائے سے پرہیز کر کے وحدتِ فکر کے ساتھ ایک سمت میں سفر کریں۔

## مخالف قوتوں کا صحیح اندازہ

اسلامی تحریکوں کا سب سے زیادہ غلط رویہ یہ ہے کہ ان تحریکوں کے اصحاب تحریک کو درپیش فکری اور سیاسی معرکوں کی اہمیت پوری طرح محسوس نہیں کرتے اور اس کے دو اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ اسلامی تحریک اپنی قوت و قدرت پر زیادہ بھروسہ کرتی ہے۔ اور دشمن کو کمزور و حقیر سمجھتی ہے اور یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر حنین کے موقع پر مسلمان لشکر کو شکست ہوئی تھی۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝

(التوبہ : ۲۵)

اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے لئے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر آخر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوتے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ دعوتِ اسلامی کے کارکنوں میں توا کل (ایک دوسرے پر چھوڑ دینا) کی کیفیت پائی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ مادی تیاری کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے حالانکہ اس آیت کریمہ سے اس صورت حال کی تردید ہوتی ہے۔

Marfat.com

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ
عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

(الانفال: ٦٠)

اور ان (کافروں) کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو، کہ اس کے ذریعے سے تم اپنا رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ اسلامی تحریک کے امکانات دیگر تحریکات کے بالمقابل بہت کم ہیں بلکہ درست یہ ہے کہ اسلام جمہور کی فطرت سے قریب تر ہے اور اسلامی تحریک کے عملی مواقع زیادہ وسیع ہیں۔ اور خود اسلامی تحریک کے ذاتی امکانات روشن ہیں لیکن نظم وضبط کی کمی کی بنا پر ان قوتوں سے صحیح فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہی روش اگر جاری رہے تو ان قوتوں کی تاثیر مزید کم ہو جائے اب یہ ممکن نہیں ہے کہ اسلامی تحریکات اسی حال میں برقرار رہیں کیونکہ اب اسلام کو ہر جگہ اور ہر مقام پر ایک ہی مستقبل کا سامنا کرنا ہے اور اس مستقبل کی تیاری میں اسلامی تحریکوں کی ہر کوتاہی خود لامحالہ اسلام کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والی ہے۔

---

Marfat.com

# راہِ دعوت کی مشکلات اور داعیانِ حق کی آزمائش

آزمائش و ابتلا ہمیشہ ہی دعوتِ اسلامی کا ایک لازمہ رہی ہے کیونکہ اسلام جاہلی زندگی کے مظاہر اور اس کی تمام مشکلوں کا مخالف ہے اور اس کا رویہ تمام جاہلی عادات و اطوار کے برخلاف ہے اور جاہلی دستور و قانون کو ختم کر کے اسلامی دستور و قانون کو جاری کرتا ہے، اسلامی افکار ذہنوں میں جاگزیں کرتا ہے، اسلامی عادات و اطوار کو فروغ دیتا ہے اور اسلامی مظاہر حیات کو بروئے کار لاتا ہے۔

اسلامی دعوت کی یہی انقلابیت آزمائشوں کا سبب بنتی ہے اور چونکہ دعوت اسلام کے راستے میں آزمائشوں سے گزرنا ناگزیر ہے اس لئے اسلام نے آزمائشوں کے بارے میں اپنا ایک مخصوص مفہوم دیا ہے اور یہ ایسا مفہوم ہے جو دنیا کی کسی بھی سیاسی پارٹی اور کسی گروہ یا تنظیم میں نہیں پایا جاتا۔

## آزمائش برائے تربیت

اسلامی رنگ میں رنگ جانے اور اسلام پر ثابت قدمی سے جم جانے میں آزمائش بڑی گہری تاثیر کی حامل ثابت ہوتی ہے بلکہ جب تک مدعی ایمان شدت و ابتلائے سے نہ گزرے اس کے ایمان کی حقانیت منکشف نہیں ہوتی۔ اس لئے ایمان میں ثابت قدمی کے حصول کے لئے اور نفس کو ناگوار امور کا عادی بنانے کے لئے اور قلب میں مصائب اور ابتلاء کی برداشت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مومن ابتلاء اور آزمائش سے گزرے۔

نفس ایمان کے لئے بھی آزمائش ضروری ہے تاکہ اس میں گہرائی اور وسعت پیدا ہو کیونکہ مصائب اور آزمائش میں جس کا ایمان قوی ہو وہی ثابت قدم رہ سکتا ہے ورنہ جس کا ایمان کمزور ہوگا وہ فوراً گھبرا اٹھے گا اور اس کی ایمان کی کمزوری ظاہر ہو جائے گی۔

Marfat.com

چنانچہ فرمان الٰہی ہے ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ط وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ط اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعَالَمِيْنَ o وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ o

(العنکبوت ۱۰ - ۱۱)

اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہِ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا (عظیم) سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب اور اگر (کبھی) کوئی مدد (مسلمانوں کی) آپ کے رب کی طرف سے آپہنچی ہے تو (اس وقت) کہتے ہیں کہ ہم تو (دین وعقیدے میں) تمہارے ساتھ تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں (یعنی ان کے دل ہی میں ایمان نہ تھا) اور (یہ واقعات اس لئے ہوتے رہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کر کے رہے گا، اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہیگا۔

ہر دعوٰی کے لئے دلیل لازمی ہے۔ ایمان بھی ایک دعوٰی ہے اور اس کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہے اور شدت اور سختی میں اسلام پر ثابت قدم رہنا ایمان کے نفس میں جاگزیں ہو جانے کی ایک واضح دلیل ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْآ آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ o وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ o

(العنکبوت: ۲ - ۳)

(بعض مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو (قسم قسم کے مصائب سے) آزمایا نہ جائے گا اور ہم تو (ایسے ہی واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے (مسلمان) ہو گذرے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ ان

Marfat.com

لوگوں کو (ظاہری علم سے) جان کر رہے گا، جو ایمان کے دعوے میں سچے تھے، اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔

## دورِ اوّل کے مسلمانوں کی آزمائش

سنت اللہ یہ ہے کہ حق اور باطل کی کش مکش برپا ہوا اور جب نورِ حق غالب آئے تو باطل چھٹ جاتے۔

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ
عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ
اَحَدًا ○

(الجن : ۱۹-۲۰)

اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

(الصف : ۸)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور (یعنی دین اسلام کو) اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

جب سے اللہ سبحانہ نے اپنے خلیفہ اور پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کو اس زمین پر مبعوث فرمایا ہے دنیا میں خیر اور شر موجود ہے اور خیر و شر کی کشمکش جاری ہے اور ہر نتیجہ خیز معرکہ میں حق سرفراز ہوتا ہے اور باطل سرنگوں ہو جاتا ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّهُمْ
لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ○ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○

(الصافات : ۱۷۱-۱۷۳)

اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک

23887

Marfat.com

وہی غالب کئے جائیں گے اور ہمارا تو قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔

## حضرت ابراہیم کی آزمائش

حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی آزمائش سے گزرے ہیں اور یہ آزمائش اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ جو معرکۂ حق و باطل میں اہل ایمان کو ہمیشہ پیش آتی رہی ہے اور جس میں ہمیشہ حق کی فتح ہوتی رہی ہے اور باطل ہزیمت خوردہ ہوکر منہ چھپاتا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جاہلی معاشرے میں پیدا ہوئے تھے جو ہر لحاظ سے جاہلی معاشرہ تھا جو نوامیس الٰہی پر بھی دست اندازی کئے ہوئے تھا۔ اور جمہور کی رائے کو سراہتے ہوئے تمام احکام الٰہی کو رد کر چکا تھا اور کفر کی اس حالت پر پوری قوم راضی ہو چکی تھی۔

اس ماحول میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار حق کا عزم کیا اور تن تنہا رہتے اس جاہلیت کے مقابلے کے لئے اور اس شر کی مزاحمت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور دربار شاہی میں جاکر ایک اللہ پر ایمان اور تمام معبودان باطل سے انکار کا اعلان کیا۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

(الشعرا : ۷۵ - ۷۷)

(ابراہیمؑ نے) فرمایا۔ کیا بھلا تم نے ان کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو، تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی، کہ یہ (معبودین) میرے (یعنی تمہارے) لئے باعث ضرر ہیں مگر ہاں رب العالمین کی عبادت سرتاسر نفع ہے)

داعی حق کو اس مقام پر ٹھہرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان کس قدر قوی تھا اور عظمت ایمانی ان کے قلب میں کس طرح جاگزیں تھی کہ انہوں نے تن تنہا بغیر کسی یار و مددگار کے وقت کے جابر سلطان اور بگڑی ہوئی قوم کے سامنے کلمۂ حق کہا اور کوئی پرواہ نہیں کی کہ اس عالم کسمپرسی میں جبکہ اپنے عزیز و قریب بھی ساتھ چھوڑ چکے ہیں کلمۂ حق کہنا ان کی جان کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے لیکن انہوں نے اس حقیقت کو پیش نظر رکھا کہ حق باطل کے بالمقابل کامیاب و کامراں ہوتا ہے اور باطل

Marfat.com

ہی سرنگوں ہوتا ہے۔

اس اعلائے کلمۃ الحق کے نتیجے میں حضرت ابراہیمؑ آزمائش سے دوچار ہوتے اور انہیں آگ میں پھینک دیا گیا... لیکن بارگاہ حق میں یہ جاں نثاری و جاں سپاری قبول ہوئی اور آواز حق آئی۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝
وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ۝
وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا
فِيهَا لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء : ۶۹ - ۷۱)

(اس وقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں۔ اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا۔ سو ہم نے انہی لوگوں کو ناکام کر دیا، اور ہم نے انہی کو (یعنی ابراہیم کو) اور (ان کے برادر زادے) لوطؑ کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچالیا۔ جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لئے خیر و برکت رکھی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کے ہاتھوں پیہم آزمائشوں سے گزرتے رہے اور ان سختیوں میں بھی دعوت حق دیتے رہے جس کے انعام کے طور پر اللہ سبحانہٗ نے آپ کو اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے قرار دیا۔

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ
لَمِنَ الصَّالِحِينَ (البقرہ : ۱۳۰)

اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو، اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو دنیا میں منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

## حضرت موسیٰؑ کی آزمائش

حضرت موسیٰؑ تو دور طفولت سے ہی آلام و مصائب کا ہدف بنتے رہے کہ جب دودھ پیتے بچے تھے تو والدہ نے شب تاریک میں چپکے سے دریائے موجزن کی لہروں کے سپرد کر دیا۔ جوان ہوئے تو فرعون کی ظالمانہ گرفت سے بچتے پھرے، اس کے غیظ و غضب اور قوم کی بے اعتنائی کا نشانہ بنے۔ اہل قوم

Marfat.com

نے اور رشتہ داروں نے بیوقوف بھی کہا اور تکلیفیں بھی پہنچائیں اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ایک جانب فرعون کا نشانۂ ستم بنے ہوئے تھے اور دوسری جانب قوم کا ہدف ملامت!

حقیقت یہ ہے کہ دعوت حق شدتوں اور سختیوں ہی کے مقابلے میں اپنا مقام بناتی ہے بشرطیکہ خود کارکنانِ دعوت متحد و یک جان ہوں اور فروغ حق میں ان کی مساعی میں کوئی اختلاف و افتراق نہ ہو۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائی، ان کو ذلت و رسوائی کی زندگی سے نکالا اور فرعون کو اس کے اقتدار کے عروج اور اس کی شوکت کے منتہا پر پہنچ جانے کے وقت دعوت حق دی

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا
شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ
وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○

(القصص : ۴)

فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا، کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے کہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔

حضرت موسیٰؑ صرف خدائے واحد پر بھروسہ کر کے راہ حق پر گامزن رہے، حق سبحانہ کی تائید و نصرت پر انہیں کامل اعتماد رہا اور وہ انتہائی سخت حالات میں دعوتِ حق دیتے رہے۔

ضعف بشری کے ایسے مواقع بھی آئے کہ حضرت موسیٰؑ کو ڈر اور خوف محسوس ہوا اور فرعون اور اس کے جادوگروں کے مقابلے میں اندیشہ بھی محسوس ہوا مگر ایسے مواقع پر "تائید حق ہوئی اور قلب ایمان اور طمانیت سے لبریز ہوگیا۔

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ
اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ
مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ
السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ (طٰہٰ : ۶۷-۶۹)

Marfat.com

سو موسیٰؑ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا۔ ہم نے کہا تم ڈرو نہیں۔ تم ہی غالب رہو گے۔ اور (اس کی صورت یہ ہے کہ یہ) تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو۔ ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جاوے گا۔ یہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے (معجزے کے مقابلے میں کبھی) کامیاب نہیں ہوتا۔

مصائب کی گھٹائیں اٹھتی رہیں مگر حضرت موسیٰؑ قافلہ ایماں کو لئے آگے بڑھتے رہے، آزمائشیں ان کا راستہ روکتی رہیں مگر ایمان اور عزیمت ہر سدّراہ کو ہٹاتے رہے، قارون نے مال و دولت سے لوگوں کے ضمیر کا سودا کیا، حضرت موسیٰؑ پر تہمتیں لگائیں اور الزام عائد کئے مگر اللہ نے اس کے سارے حربے ناکام بنا دیئے۔

چنانچہ قرآن کریم قصہ موسیٰؑ و فرعون کا یہ انجام بیان کرتا ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ۝ (القمر: ٤١-٤٦)

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کو زبردست قدرت کا پکڑنا پکڑا۔ کیا تم میں جو کافر ہیں انہیں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی معافی ہے یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔

Marfat.com

# حضرت عیسیٰؑ کی آزمائش

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ سبحانہٗ نے بے حد صبر و تحمل عطا فرمایا تھا۔ آپ نے بے حد سخت حالات اور انتہائی شدید مکائد کے باوجود کارِ دعوت انجام دیا۔

حضرت عیسیٰؑ کا دورِ آزمائش ان کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو گیا کہ ان کی ولادت میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا اور جب مرحلۂ دعوت آیا تو قوم نے سرکشی کی اور بے اعتنائی برتی۔ اور ردِ دعوتِ حق سے اس قدر بے رُخی اختیار کی کہ حضرت عیسیٰؑ کے کھلے کھلے معجزات بھی ان کے قلوب کی دنیا نہ بدل سکے لیکن ان سب دشواریوں کے باوجود اور قوم کے اس انکار کے باوجود حضرت عیسیٰؑ دعوتِ حق سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے۔

آپ انتہائی حلیم الطبع اور کریم النفس انسان تھے، آپ نے کبھی جاہل لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دیا اور کبھی ابلاغ حق میں سختی اور درشتی اختیار نہیں فرمائی۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک بستی پر سے گزر ہوا۔ آپ نے اہل قریہ کو دعوتِ حق دی اور آخرت کی یاد دہانی کرائی اس پر لوگوں نے آپ کی تذلیل و توہین کی اور برا بھلا کہا، مگر آپ نے اس کے باوجود ان کے حق میں کلمۂ خیر کہا اور جب آپ کے حواریوں نے اس رویہ کی وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ وہی کچھ خرچ کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات عظمتِ ایمانی سے پُر ہیں اور ان میں رقتِ نفس اور بلندیٔ اخلاق نمایاں نظر آتی ہیں۔ وہ اکثر اپنے حواریوں سے فرمایا کرتے تھے۔

"جب راہِ ایمان پر چلنے میں تمہیں دھتکارا جائے اور بُرا بھلا کہا جائے اور جھوٹے لوگ تمہارے بارے میں مبنی بر شر باتیں کریں، تو تم خوش ہو کہ یہ تمہارے لئے قابلِ مبارکباد بات ہے اور آسمانوں میں تمہارے لئے اس صبر کا اجر محفوظ کر لیا گیا ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء بھی اسی طرح دھتکارے گئے ہیں۔" [۱]

---

[۱] انجیل متی، الاصحاح الخامس

Marfat.com

"یہ تمہیں اپنی مجلسوں سے نکالیں گے اور یہ بھی وقت آئے گا کہ وہ
تمہیں جان سے مار ڈالنا کار ثواب سمجھنے لگیں گے"[1]

یہود نے حضرت عیسیٰؑ کی دعوت کو روکنے اور آپ کی خبر کو لوگوں میں پھیلنے سے روکنے کی بے حد سعی کی، لیکن انہیں حق کو دبانے اور مٹانے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ حق صبح روشن سے بھی زیادہ منور ہوتا ہے اور نور حق کے آتے ہی باطل کے اندھیارے سمٹتے چلے جاتے ہیں۔

بالآخر یہود حضرت عیسیٰؑ کی جان کے دشمن ہو گئے اور یہ گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ موقعہ ملتے ہی آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہود کے عزائم شر کے پیش نظر اپنے چند حواریوں کے ساتھ ایک باغ میں پناہ لے لی اور بستی سے نکل کر وہاں رات گزاری۔ ایک یہودی (یہودا اسخریوطی) نے آپ کے ٹھکانے کا پتہ چلا لیا اور آ کر یہود کو بتا دیا، یہود آئے اور آپ کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جونہی موقع ملے آپ کو قتل کر ڈالیں مگر عیسیٰؑ روح اللہ تھے اور اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ اللہ ان کا محافظ تھا اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت پر مامور تھے۔ اور اللہ کی یہ توجہ اور عنایت یہود کی نظروں سے پوشیدہ تھی انہوں نے ایک ایسے شخص کو پکڑ لیا جو حضرت عیسیٰؑ سے گہری مشابہت رکھتا تھا، اللہ نے اس کی زبان بند فرما دی اور وہ بول نہیں سکا وہ اسے پھانسی گھاٹ کی جانب لے گئے اور اسے حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر قتل کر دیا۔۔۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم
بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ
يَقِينًا ○ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا
حَكِيمًا ○ (النساء: ۱۵۷-۱۵۸)

حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا۔ لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں جو غلط خیال میں ہیں۔ ان کے پاس ان پر کوئی دلیل

---

[1] انجیل یوحنا، الاصحاح الثانی

Marfat.com

نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے درست حکمت والے ہیں۔

## عہد نبوتؐ میں مسلمانوں کی آزمائش

جس قدر آزمائشوں اور مصائب سے انبیاء سابقین گذرے ہیں، اسی طرح کی آزمائشیں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی پیش آتی ہیں۔ کیونکہ اسلام اول روز ہی سے جاہلیت سے متصادم تھا جاہلی معاشرے کے اوضاع کے مخالف تھا اور ان کی تبدیلی اور اصلاح کا پروگرام لے کے آیا تھا، اس لئے اسلام جاہلیت سے سمجھوتے کی روش پر نہیں چل سکتا تھا بلکہ اسلام کی منطقی روش یہی ہونی چاہیئے تھی کہ وہ جاہلی نظام کو کلیتہً مٹا کر خالص اسلامی نظام اسلامی اساسیات پر استوار کرے۔

اس دعوت کا نتیجہ یہ ہی ہونا کہ جاہلی معاشرہ اپنی پوری قوتوں کی ساتھ اس نئی دعوت کا مزاحم اور مقابل بن جانا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ عرب کی جاہلیت نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے والوں کو جو اذیتیں پہنچائیں وہ ناقابل بیان ہو گئیں۔

اہل جاہلیت نے اسلام کو مٹانے اور اہل اسلام کو تکالیف پہنچانے کے نت نئے طریقے اختیار کیے۔ اور انہوں نے قافلہ ایمان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں کانٹے بچھائے اور انتہائی خبیث نفسیاتی اسالیب اختیار کئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمتیں جواب دے جائیں۔ آپؐ کے ساتھیوں کی جماعت ایذاء رسانی، تمسخر و استہزاء اور معاشرتی مقاطعہ سے گھبرا کر اس نئی دعوت کا ساتھ چھوڑ دیں اور دوبارہ جاہلی معاشرہ میں واپس آ جائیں۔

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ
يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ
فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ
السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن
زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ط وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ

Marfat.com

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ (الاسراء: ۹۰-۹۳)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو۔ پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ (لا کھڑا) کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو۔ یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں۔ اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کو بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں۔

جب کافروں کے یہ سارے خسیس اسالیب ناکام ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمتیں لگانا شروع کیں اور آپ کو لوگوں میں ہدف طعن بنانے لگے۔ تاکہ جو لوگ آپ کو ہمیشہ صادق و امین سمجھتے رہے ہیں وہ آپ پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیں۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (ابراہیم: ۴۶)

اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں (مگر سب گاؤ خورد ہو گئیں)

کفار مکہ جس قدر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچاتے گئے آپؐ اسی قدر عزم سے اور جوش سے کار دعوت میں اضافہ کرتے گئے۔

ولید بن المغیرہ زمانہ جاہلیت میں ایک سردار تھا اس نے ایک دن کہا کہ اے قریش کے لوگو حج کے ایام آ رہے ہیں اور عنقریب سارے عرب سے وفود آنے شروع ہو جائیں گے جن کو پہلے ہی محمدؐ کے بارے میں خبریں پہنچ چکی ہیں اب ان کے بارے میں ہم کسی ایک رائے پر مجتمع ہو جائیں اور اختلاف رائے نہ ہو ایک دوسرے کی بات جھوٹی ثابت ہو، قریش نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ محمد کاہن ہیں۔ اس پر اس نے کہا، قسم بخدا وہ کاہن نہیں ہیں، کیونکہ کاہنوں کو ہم دیکھتے رہتے ہیں ان کا الاپ اور تک بندیاں محمدؐ نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں مجنون کہیں گے، اس پر اس نے کہا کہ وہ مجنون نہیں ہیں ان میں جنون

Marfat.com

کی کوئی کیفیت موجود نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں شاعر کہیں گے اس نے کہا کہ وہ شاعر نہیں ہیں، شاعری کی تمام اقسام سے ہم واقف ہیں، ان کا کلام شاعری نہیں ہے۔ ولید بن المغیرہ نے کہا کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم محمدؐ کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ ساحر ہیں کہ ان کے سحر سے بھائی بھائی جدا ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی میں تفریق ہو جاتی ہے اور انسان اپنے پورے قبیلے سے بچھڑ جاتا ہے، اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

اللہ سبحانہ نے اس ولید بن المغیرہ کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝
إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝
ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ
إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝
سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي
وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝

(المدثر۔ ۱۶۔ ۳۰)

ہرگز (وہ زیادہ دینے کے قابل) نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ اسکو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص نے سوچا۔ پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (اور) پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات کی تجویز کی۔ پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا پھر منہ بنایا تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت زیادہ کراہت ہے) اور زیادہ منہ بنایا اور پھر منہ پھیرا اور تکبر کیا پھر بولا کہ بس یہ جادو ہے (جو اوروں سے منقول ہے بس یہ تو آدمی کا کلام ہے میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا۔ اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے (مقصود اس سے تہویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی (اور وہ جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی اور اس پر انیس فرشتے (جو اس کے خازن ہیں جن میں ایک مالک ہے، مقرر) ہوں گے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس رویہ کی تصویر کشی کی ہے جو جاہلیت نے اسلام کے برخلاف اختیار کیا ہوا تھا۔

Marfat.com

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ (الطور ۳۰-۳۴)

ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو۔ سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ اس (دعوے) میں سچے ہیں۔

## ایذا رسانی کی مختلف صورتیں

قریش مکہ نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا، ساحر و کاہن کہا، جھوٹ گھڑے اور افواہیں پھیلائیں بلکہ انہوں نے ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی تمام صورتیں اختیار کیں اور آپ کی جان کے بھی دشمن ہو گئے۔ مسلح لشکر لے کر مختصر سے قافلۂ ایمانی پر چڑھ دوڑے اور ہر طرف مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکا دی اور ہبل اور لات کے پرستار ان اکٹھے ہو کر اللہ کے ماننے والوں پر ٹوٹ پڑے

قریش کے سردار جمع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سازشیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے آپؐ کی باتوں پر اس قدر صبر کر لیا ہے کہ اب برداشت کی گنجائش نہیں رہی ہے اس نے ہمارے لوگوں کی عقلوں کو خبط کر دیا، ہماری اجتماعیت پارہ پارہ کر دی ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا ہمارے دین کو برا کہا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ گئے، آپؐ کو دیکھتے ہی سب آپؐ پر ایک جان ہو کر حملہ آور ہو گئے اور آپؐ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی یہ

Marfat.com

اور یہ کہتے ہو، آپؐ نے بڑے پُر اعتماد لہجے اور صداقت اثر آواز میں فرمایا کہ ہاں میں یہی کہتا ہوں۔ اس پر سب آپؐ پر ٹوٹ پڑے اور آپؐ کو زدوکوب کیا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ پہنچ گئے اور آپؐ کو کافروں سے چھڑایا اور فرمایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ (المؤمن : ۲۸)

بعد ازاں مشرکین نے اشاعت اسلام سے پریشان ہو کر دار الندوہ میں ایک اجتماع کیا اور اس وقت مسلمان مدینہ منورہ ہجرت کر کے جانے لگے تھے۔ اور یہ سوچا کہ اب مسلمان مدینہ چلے گئے، ہیں اور یہ موقع ہے کہ محمدؐ کا کام تمام کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے سازش تیار کی مگر اللہ نے اس کا پردہ چاک فرمایا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (الانفال : ۳۰)

(اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے) جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بڑی بڑی) تدبیریں سوچ رہے تھے۔ کہ (آیا) آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہی ہے۔

ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مدینہ پہنچ گئے تو صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کو کرایہ پر حاصل کیا کہ وہ مدینہ منورہ چلا جائے اور جا کر دھوکے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے اور اس کے اس کام کے بدلے میں صفوان اس کا قرض اپنے ذمے لے لے گا اور اس کے خاندان کی کفالت کرے گا۔

عمیر تلوار بکف مدینہ منورہ پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ اے عمیر قریب آجاؤ۔ اس نے جاہلیت کے طریقے کے مطابق صبح خوشگوار کہا، اور آپؐ نے فرمایا اے عمیر ہمیں اللہ نے سلام کے الفاظ کے ساتھ ملاقات کا بہتر اور موزوں طریقہ بتایا ہے اور یہ طریقہ اہل جنت کا سلام کا طریقہ ہے، وہ بولا اے محمدؐ یہ بات میرے لئے نئی ہے اس پر آپ نے پوچھا، اے عمیر کیا بات تمہیں لے کر آئی ہے۔ میں ایک قیدی کی سفارش کے لئے آیا ہوں اس کے ساتھ

Marfat.com

ذرا بہتر سلوک کیجئے، آپؐ نے فرمایا کہ تلوار کیوں پہلو میں لٹکی ہوئی ہے، عمیر بولا تلواروں کا ناس جائے ان سے ہمیں کیا فائدہ پہنچا ہے، آپؐ نے فرمایا سچ بولو کہ کیوں آئے ہو، عمیر نے کہا کہ بس میں اسی بات کے لئے آیا ہوں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر اصحاب القلیب کا ذکر نہیں کیا اور پھر تم نے یہ نہیں کہا کہ اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا اور بچوں کا بوجھ نہ ہوتا تو میں محمد کو قتل کر آتا اس پر صفوان نے تمہارے قرضے کی اور بچوں کی ذمے داری اپنے اوپر لے لی کہ تم مجھے قتل کر سکو، حالانکہ تمہارے اس مقصد کے حصول کے درمیان اللہ حائل ہے۔

عمیر پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ رسول خدا ہیں، ہم تو ہمیشہ ہی آپ پر وحی کے نزول کا انکار کرتے رہے ہیں مگر اس معاملے میں میرے اور صفوان کے درمیان کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اس لئے قسم بخدا میں جان گیا ہوں کہ یہ خبر آپؐ کے پاس بذریعہ وحی آئی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور راہِ حق دکھائی۔ اور بعد ازاں عمیر نے شہادت حق دی۔

## صحابہؓ کرام کی آزمائش

عہد نبوت میں صحابہ کرام اور داعیان حق نے بڑی ایذائیں برداشت کیں صرف اس گناہ پر کہ وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے اور طاغوت کے منکر ہو گئے تھے۔

یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر کافروں کے دل حسد اور نفرت سے بھر گئے اور بغیر کسی رو رعایت کے مومنین کی ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے اور مردوں اور عورتوں اور بچوں اور بڑوں سب کو اپنا نشانۂ ستم بنانے لگے چنانچہ ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ مشرکین ہر اس شخص کے دشمن ہو گئے تھے جس نے اسلام قبول کیا اور تبع رسول حق بن گیا اور انہوں نے یہ طریقہ اپنا لیا کہ ہر قبیلہ اور خاندان اپنے اپنے اسلام قبول کرنے والے افراد کی خبر گیری کرنے اور انہیں اذیتیں دے کر ترک اسلام پر مجبور کرتے۔ انہیں بھوکا پیاسا بند کر دیتے۔ اور سخت گرم دوپہروں میں برہنہ پشت سنگستان مکہ پر لٹایا کرتے تھے۔

Marfat.com

## حضرت بلالؓ کی آزمائش

امیہ بن خلف حضرت بلال حبشی کو گرم دوپہر میں مکہ کے سنگستان پر لٹا کر آپ کے سینہ پر ایک بڑا پتھر رکھوا دیتا اور دھمکی دیتا کہ اسی طرح تعذیب کرتا رہوں گا۔ تاکہ مر جاؤ یا محمد کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی پرستش کرنے لگو، لیکن حضرت بلال پورے ایمانی جوش وخروش سے احداً احد پکارتے رہتے۔

## آل یاسر کو آزمائش

بنو مخزوم نے یاسر کے گھر والوں کو سخت سزائیں دیں انہیں مکہ کی پتھریلی چٹانوں پر لٹا کر ان کے جسموں کو گرم لوہے سے داغا گیا۔

حضرت یاسر بڑھاپے میں اس تعذیب کو نہ سہہ سکے اور رب حقیقی سے جا ملے۔ حضرت سمیہ نے دشمن خدا ابو جہل کو برا بھلا کہا اور اس نے ان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور آپ کی آنتیں باہر آگئیں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والی یہ پہلی خاتون تھیں۔

## حضرت عثمانؓ بن مظعون کی شہادت

حضرت عثمان بن مظعون نے جب دیکھا کہ ان کے راہِ حق کے ساتھی تعذیب میں مبتلا کئے جا رہے ہیں اور وہ ولید بن مغیرہ کی امان میں محفوظ ہیں۔ تو فرمایا کہ ایک کافر کی امان میں رہ کر ہر مصیبت سے محفوظ رہنا میرے ایمان کی کمزوری ہے اور ولید بن مغیرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں آج کے بعد اللہ کی پناہ کے سوا اور کسی کی پناہ کا طالب نہیں ہوں گا۔ اور آپ نے مشرکین کو بُرا بھلا کہا۔ اس پر ولید بن مغیرہ اٹھا اور اس زور کا تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ جاتی رہی اور ولید نے کہا اے بھتیجے تمہاری ایک آنکھ جاتی رہی اب تم پھر میری پناہ میں ہو تو حضرتِ عثمان نے فرمایا، نہیں بلکہ میری صحیح آنکھ بھی اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہے اور میں اسی کی پناہ میں ہوں جو اے عبد شمس تجھ سے زیادہ باعزت اور زیادہ قدرت والا ہے۔

Marfat.com

عہد نبوتؐ میں قافلۂ ایمان اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور اپنا راستہ بناتا رہا اور ایک شہید کے بعد دوسرے شہید کا نذرانہ راہ حق میں پیش کرتا رہا۔ آزمائش بڑھتی گئی۔ شب ظلم تاریک تر ہوتی گئی اور قافلہ راہ منزل دوام کی جانب قدم بڑھتا گیا۔

یہ وہ اصحاب تھے جو دنیا کی بندگی اور نفس کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ اور ماسوا اطاعتِ الٰہی کے ان کے لئے کوئی شے باعث خوشی باقی نہیں رہی تھی، اور وہ شہادت کو رضائے حق اور فتح باب جنت تصور کرتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ رضائے الٰہی ہی مومن کے لئے حقیقی رضا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱)

اور (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں، اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ اُن کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

## عصر نبوت میں شہداء اسلام کی ایک مثال

عصر نبوتؐ میں کتنی ہی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن کی وجہ سے تاریخ اسلام کے صفحات مزین ہیں اور جو انسانیت کے لئے باعث افتخار ہیں۔

Marfat.com

ہم یہاں حضرت خبیب بن عدی کی مثال بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اسلام کس قدر ان کے نفس میں جاگزیں ہو گیا تھا۔

حضرت خبیبؓ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوتی کام پر روانہ فرمایا جب آپ مدینہ منورہ سے باہر نکل آئے تو کافر آپ کو پکڑ کر مکہ لے آئے اور حُجَیر بن ابی اہاب التمیمی کو فروخت کر دیا تاکہ وہ غزوہ بدر میں قتل ہونے والے اپنے باپ کے بدلے انہیں قتل کر دے...

ان کی تصلیب کا ایک دن مقرر ہو گیا اور کافر جمع ہو کر مکہ سے باہر تنعیم نامی ایک جگہ آ گئے خبیب نے کہا کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دو، انہوں نے اجازت دی تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور کافروں سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے نماز طویل کر رہا ہوں تو میں ابھی اور نماز پڑھتا، اور اسی وقت سے موت سے قبل کی یہ دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں

جب خبیب کو پھانسی کے تختے پر کھڑا کیا گیا تو ان سے کہا گیا کہ تم اسلام سے رجوع کر لو تو ہم تمہیں چھوڑ دینگے، تو انہوں نے فرمایا کہ میں پوری روئے زمین کی دولت حاصل کر کے بھی اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔

کافروں نے بہت سمجھایا کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لیں مگر آپ اسلام پر ثابت قدم رہے کافروں نے آپ کا رخ قبلہ سے پھیر دیا تو آپ نے فرمایا کہ

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (البقرہ: ۱۱۵)

پس تم لوگ جس طرف منہ کرو (ادھر ہی) اللہ کا رُخ ہے۔

اور فرمایا کہ

اے اللہ! اب میرے سامنے دشمن ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو حبیب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دے اے اللہ تو میرے محبوب رسول کو میرا اسلام پہنچا دے۔

اس وقت سرکار دو عالم مدینہ منورہ میں اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت جبریل تشریف لائے ہیں اور خبیب کا سلام پہنچا رہے ہیں۔

چالیس نیزہ بردار مشرکین خبیب کی طرف بڑھے اور کہنے لگے کہ اسے مارو کہ انہوں نے بدر میں ہمارے لوگوں کو مارا ہے

Marfat.com

خبیب نے کہا کہ اے اللہ ہمارے پاس آپ کا رسول آیا ہم نے اس کی دعوت قبول کی لئے خدا تو اپنے رسول کو خبر پہنچا دے کہ ہمارے ساتھ کیا گزری ہے اے اللہ ان دشمنانِ اسلام کو شمار کرے ان کو ایک ایک کر کے مار اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ معاویہ بن ابی سفیان اس وقت تک کافر تھے انہیں خبیب کی بددعا سے اس قدر ڈر لگا کہ زمین پر لیٹ گئے حکیم بن حزام وہاں سے بھاگ گئے اور جبیر بن مطعم چھپ گئے۔

جب مشرکین کے نیزے خبیب پر برسنے لگے تو وہ کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے پکار اُٹھے خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا رخ قبلہ کی جانب کر دیا جس سے وہ خود اس کے نبی اور مومنین سب راضی ہیں۔

بعد ازاں انہوں نے مشرکین کی جانب رخ کر کے یہ اشعار کہے۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وقد جمعوا ابناء هم ونسائهم
وقربت من جذع طویل ممنع
الی الله اشکو غربتی ثم کربتی
وما جمع الاحزاب لی حول مصرعی
فذا العرش یصبرنی علی ما یراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطعمی
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد ذرفت عینای من غیر مجزع
وما بی حذار الموت انی میت
ولکن حذاری جحم نار ملفح
وذلك فی ذات الاله وان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممزع
فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان فی الله مصرعی

Marfat.com

(تمام احزاب و قبائل اوران کی اولاد اور عورتیں میرے اوپر ہجوم کرکے میرے گرد جمع ہوگئے اور میں نے ایک مضبوط لمبے تنے کا سہارا لیا۔ اللہ کے حضور اپنے یار و مددگار ہونے اور اپنے مبتلائے مصیبت ہونے کا عرض مدعا کیا کہ یہ تمام قبائل مجھے قتل کرنے چڑھ آتے ہیں اے میرے رب جس ارادے سے انہوں نے مجھے گھیرا تو مجھے اس پر صبر و استقامت عطا فرما کیونکہ انھوں نے میرا کھانا بند کیا ہوا ہے اور اب یہ میری بوٹیاں کرنے پر تلے ہوتے ہیں انہوں نے مجھے جتلا دیا ہے کہ یا میں کفر اختیار کروں یا موت سے ہم آغوش ہو جاؤں، اور میری آنکھیں اس منظر کی اندوہناکی پر نمناک ہو چکی ہیں۔ مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں ہے کہ ایک دن مرنا ہی ہے لیکن بھڑکتی ہوئی نار جہنم میں ڈالے جانے کا ڈر ہے، میرا یہ انجام صرف حق سبحانہ کی راہ میں ہے اور وہ چاہے تو کٹے پھٹے اعضا میں بھی برکت دے دے مجھے اس امر کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ راہ خدا میں میں کس پہلو گرتا ہوں درانحالیکہ میں حالت اسلام میں قتل کیا جاؤں)۔

دشمنانِ خدا خبیب کا جسم اپنے نیزوں سے چھیدتے رہے اور وہ مسلسل لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے رہے تا آنکہ ان کی روح جسد خاکی سے جدا ہو کر ملاء اعلیٰ پہنچ گئی۔

## دورِ تابعین میں آزمائش

صحابۂ کرام کا دور ختم ہوا اور تابعین کا دور آیا اور تاریخ نے آزمائشوں کے نئے مراحل دیکھے اور اس دور کے جابر حکمرانوں کے ہاتھوں مومنوں کو ظلم و ستم برداشت کرنے پڑے مثلاً ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف عراق کا والی بنا اور اس نے ظلم و جبر کے وہی طریقے اختیار کئے جو تمام مستبد اور ظالم حکمران اختیار کیا کرتے ہیں۔

اس کا دور تاریک ترین دور تھا، اس نے ہر ظلم و ستم کو اختیار کیا لوگوں کی زبان حق گو پر تالے ڈال دیئے اور اپنی اطاعت سے منحرف ہونے والے ہر شخص پر تلوار سونت لی۔

## سعید بن جبیر کی آزمائش

سنت آلہی یہ ہے کہ اللہ ہر دور ظلم و ستم میں ایسے افراد بھی پیدا کر دیتا ہے جو ظلم و ستم سے

Marfat.com

خائف نہیں ہوتے اور جو جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے گریز نہیں کرتے۔

سعید بن جبیر بھی ایسی ہی ایک شخصیت تھے جن کی نظروں میں دنیا بے حقیقت تھی اور جنہوں نے اپنی زندگی رضائے الٰہی کی نذر کر دی تھی۔

حجاج نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا اور اپنے سپاہی ان کو پکڑنے کے لئے روانہ کئے جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے تو حجاج نے ان سے ان کا نام پوچھا۔

انہوں نے فرمایا سعید بن جبیر

اس نے ازراہ تمسخر کہا کہ تم تو شقی بن کسیر (شکستہ باپ کا بدبخت بیٹا) ہو

سعید بولے میری ماں میرے نام سے زیادہ واقف تھی۔

حجاج : تو اور تیری ماں دونوں بدبخت ہیں۔

سعید : خدا ہی غیب سے باخبر ہے۔

حجاج : میں تیری دنیا میں جہنم کی آگ بھر دوں گا۔

سعید : اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ تو ایسا کر سکتا ہے تو تجھے ہی خدا بنا لیتا۔

حجاج : محمد کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

سعید : نبی رحمت اور امام ہدایت ہیں۔

حجاج : تم ہنستے کیوں نہیں ہو۔

سعید : جو شخص مٹی سے پیدا ہوا ہو اور جسے جہنم کی آگ کھانے والی ہو وہ کیسے ہنس سکتا ہے۔

حجاج : پھر ہم کیوں ہنستے ہیں۔

سعید : سب کے دل ایک جیسے نہیں ہیں۔

حجاج نے یہ سوچ کر کہ سعید کو دولت دنیا کا لالچ دیا جائے ان کے سامنے زر و جواہر پیش کئے، مگر قلب سعید حب الٰہی سے لبریز تھا اور اس میں حب دنیا کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

چنانچہ سعید نے کہا اگر تو نے یہ خزانہ اس لئے جمع کیا ہے کہ روز قیامت یہ فدیہ دے کر چھوٹ

Marfat.com

سکے تو اس روز کوئی بھی شخص زر و مال کا فدیہ دے کر نہیں چھوٹ سکتا کیونکہ وہاں کا ایک ایک لمحہ اس قدر جاں گداز ہوگا کہ حاملہ کا حمل مارے خوف اور دہشت کے گر جائے گا۔

اس پر حجاج نے موسیقی بجائے جانے کا حکم دیا۔ جب نے اور آلات موسیقی کی صدائیں بلند ہوئیں تو سعید رونے لگے۔ حجاج نے پوچھا کہ کس بات پر روتے ہو، کیا یہ لہو ہے۔ سعید نے کہا نہیں میں غم و اندوہ سے رو رہا ہوں نے میں ہوا کے پھونکنے سے مجھے وہ دن یاد آگیا جب صور میں پھونک ماری جائے گی اور جس لکڑی کی نے بنائی گئی ہے وہ بغیر حق کاٹی گئی ہے اور ان آلات میں جو تار لگائے گئے ہیں یہ جانوروں کی آنتیں ہیں اور روز قیامت جب تو مبعوث ہوگا تو یہ جانور بھی زندہ کئے جائیں گے۔

حجاج : سعید تیرا ناس ہو۔

سعید : ناس تو اس کا ہوگا جو جنت سے ہٹا دیا گیا اور جہنم میں ڈال دیا گیا

حجاج : سعید اب تم بتاؤ کہ کس طرح قتل ہونا چاہتے ہو۔

سعید : تم ہی انتخاب کر لو کیونکہ تم مجھے جس طرح قتل کرو گے روز قیامت تم بھی اسی طرح قتل کئے جاؤ گے۔

حجاج : کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں معاف کر دوں

سعید : معاف کرنا تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے

حجاج : اسے لے جا کر قتل کر دو۔

جب حجاج کے سپاہی سعید کو لے کر باہر نکلے تو وہ ہنسنے لگے حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے پوچھا کہ کیوں ہنستے ہو۔

سعید : مجھے اللہ پر تیری جرات اور اللہ کے حلم پر تعجب ہوا۔

حجاج : اسے قتل کر دو۔

سعید : میں نے اپنا رُخ اس ذات کی جانب کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں مسلم حنیف ہو گیا اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

حجاج : قبلہ سے اس کا رُخ ہٹا دو

سعید : جدھر رُخ کرو اللہ ہی اللہ ہے۔

Marfat.com

حجاج : اسے منہ کے بل لٹا دو

سعید : اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، اسی میں لوٹا دیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔

حجاج : اسے ذبح کر دو۔

سعید : اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله

روز قیامت ملاقات تک میرا جواب یہی ہے۔ اے اللہ میرے بعد اسے کسی کے قتل پر قدرت نہ دے۔

غرض سعید کو ذبح کر دیا گیا اور ان کے بعد حجاج پندرہ دن زندہ رہا۔

## دورِ اوّل کے مسلمانوں کی آزمائش اور آج کے مسلمانوں کی آزمائش

عرصۂ تاریخ پر آزمائش اپنی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ہر دور میں اہلِ ایمان کی عظمت زندہ جاوید ہوتی ہے اور حق کو غلبہ حاصل ہوا ہے اور عقیدۂ اسلامی کے تراشیدہ جراَت و ہمت کے پیکر حیاتِ حق کی شمع روشن کرتے رہے ہیں اور اپنی جانیں نذر کر کے حق کو بلند و بالا کرتے رہے ہیں۔

## امام حسن البنا شہید

بیسویں صدی کے آغاز میں دورِ جدید کے اسلام کے بطلِ جلیل امام حسن البنا بدعتوں اور خرافات سے بھرے ہوئے جاگیر دارانہ معاشرے میں پیدا ہوئے جس میں جاہلیت کی تمام روایات اور عادتیں موجود تھیں جس کی تمام خوبیاں مغربی سامراج ملیامیٹ کر چکا تھا... اس معاشرے میں حسن البنا کی آواز گونجی جو سوتوں کو جگاتی چلی گئی غافلوں کو متنبہ کر گئی اور مومنین کے جذبات میں ہلچل مچا گئی۔ سینکڑوں افراد نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور تحریکِ اسلامی چشم زدن میں پھلنے اور پھولنے لگی۔

حسن البنا نے داعیانِ حق کی جماعت کی بنیاد رکھی اور انہیں اس راہ کی پیش آمدہ مشکلات اور

Marfat.com

مصائب کے لئے تیار کیا، وہ فرماتے کہ

راہ حق پر چلنے میں دنیا تمہاری دشمن ہو کر تم پر ٹوٹ پڑے گی تمہارا رزق تم سے چھین لے گی اور جیلوں اور قید خانوں کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے اس لئے کہ فرمان الٰہی ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًی كَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

(آل عمران: ۱۸۶)

البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے، اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے۔

یہ سنت اللہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ، راہ حق پر چلنے والوں کو آزماتا ہے اور جان و مال، رزق اور اولاد کی آزمائشیں پیش آتی ہیں اور انہیں دشمنان حق کی جانب سے ہر عداوت دشمنی اور مخاصمت کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اللہ کے اس طریقہ کار میں کبھی تبدیلی نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور ہر رسول کو ہدایت دے کر اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے اور گمراہی سے نجات دلا کر حق کی ہدایت کرے اور تمام انبیاء کرام دشمنان حق کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کئے گئے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ ؕ وَكَفٰی بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا (الفرقان: ۳۱)

"اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہتے ہیں اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔"

ایک مجلس میں امام حسن البناءؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں حضرت عمرؓ کو دیکھا

Marfat.com

کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے حسن تمہیں قتل کیا جائے گا، میں بیدار ہو گیا اور میں نے خدا کی حمد کی اور پھر سو گیا تو دوبارہ میں نے خواب میں یہی دیکھا اس کے بعد میں اٹھا اور فجر تک تہجد پڑھتا رہا غرض دشمنان اسلام کے مکر و فریب کا جال بچھتا رہا اور انگریزوں کے اشارے پر ۱۹۴۹ء میں شاہ فاروق کے مقرر کردہ لوگوں نے روز روشن میں شارع عام پر امام حسن البنأ کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔

## قیمت ایمان

دعوت حق میں سب سے کٹھن مرحلہ وہ ہوتا ہے جب اقتدار ظالم و جابر حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہو۔ جو راہِ حق کے پیروکاروں کو تعذیب اور قتل کا ہدف بنائیں اور ان پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیں۔ مگر ان حالات میں بھی داعیان حق کار دعوت انجام دیتے رہیں اور اس دعوت کی قیمت اپنی جانوں کی صورت میں نذر کرتے رہیں کہ جب ایک مرتبہ اس راہ پر چلنے کا عہد کر لیا تو اس سے پیچھے ہٹنا داعیان حق کو زیب نہیں دیتا۔

اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں دنیا کی تمام قوتیں متحد اور متفق ہیں اور اس مقصد کے لئے تمام ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔ کیونکہ جاہلیت پرستوں کو اسلام کے سوا کسی اور نظریہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے دنیا کے اقتدار سے معزول کر دیئے جائیں گے۔

امام حسن البنأ کی شہادت کے بعد تحریک اسلامی اپنے رجال کار کی جان کے نذرانے پیش کرتی رہی ہے اور مسلسل کلمۂ حق کی صدائیں ایوان اقتدار کے دروازوں سے ٹکراتی رہی ہیں۔ اور تخت و تاج ہلاتی رہی ہیں۔

امام حسن البنأ شہید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے التشریع الجنائی الاسلامی کے مصنف عبدالقادر عودہ شہید نے اپنی جان راہ حق میں سپرد حق کی اور اسی سنت کو فی ظلال القرآن کے مصنف سید قطب نے تازہ کیا۔ جنہوں نے فرمایا کہ راہ حق میں جان اللہ کی نذر کر دینا ہماری سب سے بڑی آرزو ہے اور صبح اسلام کا طلوع اب مقدر ہو چکا ہے اور افق مشرق پر اب نور کا اجالا پھیلنے ہی والا

Marfat.com

ہے چنانچہ ان کے اشعار ہیں۔

اخی ان ذرفت علی الدموع
وبللت قبری بہا فی خشوع
فاوقد لہم من رفاتی الشموع
وسیروا بہا نحو مجد تلید
اخی ان نمت نلق احبابنا
فروضات ربی اعدت لنا
واطیارہا رفرفت حولنا
فطوبی لنا فی دار الخلود
اخی سنبید جیوش الظلام
ولیشرق فی الکون فجر جدید
فاطلق لروحک اشواقہا
تر الفجر یرمقنا من بعید

اگر تم میری قبر پر آکر میری یاد میں آنسو بہاؤ تو میرے مسلمان بھائیوں کے لئے میری قبر کی خاک سے شمعیں بنا کر بھی لیجانا اور ان کے تابناک مستقبل کی راہیں روشن کر دینا۔

اگر ہماری موت آجائے گی تو ہم اپنے وہاں جانے والے احباب سے ملیں گے جنت کے باغوں میں رہیں گے، وہاں کے پرندے ہمارے گرد منڈلا رہے ہوں گے اور ہمیشہ ان نعمتوں کی مبارکباد دے رہے ہوں گے تاریکیوں کے لشکر چھٹ جائیں گے، کائنات میں ایک نئی صبح طلوع ہوگی، اپنی روح کو آزاد کرکے وہ ذرا پرے صبح کے طلوع کا نظارہ دیکھو کہ کرنیں پھوٹتی نظر آ رہی ہیں۔

Marfat.com

# آزمائش کا مقابلہ

آج تحریک اسلامی ہر طرح کے مصائب اور مشکلات سے دوچار ہے اور اس پر ہر سمت سے آزمائش کی یلغار ہے، ان آزمائشوں کے مقابلہ کا واحد طریقہ صبر و ثبات اور راہ حق پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے اور مسلسل افراد کا تیار کرتے رہنا ہے جو ہر آئندہ مرحلہ پر ان آزمائشوں کے بالمقابل پورے اترتے رہیں تحریک اسلامی کے کارکنوں میں قربانی اور ایثار کا جذبہ ہونا چاہیئے جو انہیں ہر موقعہ پہ ثابت قدم رکھے اور ان کے نفوس سے ضعف و کمزوری اور خوف و شکست خوردگی کے جذبات نکال باہر کرے۔

تربیت و رکن سازی کے مراحل میں موجودہ ذمے داریوں اور آئندہ پیش آنے والی ذمے داریوں کا خیال رکھا جانا چاہیئے اور اس کے لحاظ سے مجاہدین حق تیار ہوں جو راہ حق میں جان و دل سے لگ جانے والے ہوں اور آرام و آسائش ترک کر کے راہِ حق کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے والے ہوں۔

اسلام کو آج ایسے پرجوش اور متحرک افراد کی ضرورت ہے کیونکہ سست اور خام عناصر آج اسلام کے معرکہ، کارزار میں اترنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لئے ان ذمے داریوں کو پورا کرنے کے لئے اہل افراد سامنے آنا چاہئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا کہ

"اللہ اس شخص پر رحم فرماتے جو اپنی حد سے واقف ہو اور اسی پر جما رہے"

---

Marfat.com

# داعیانِ حق کی زندگی میں اہم انعطافات

داعیانِ حق کی زندگی میں کئی موڑ آتے ہیں اور کئی خطرناک انعطافات آتے ہیں جو ان کو راہِ حق سے ہٹا کر کسی اور رخ پر لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مکمل تیاری کی جائے استقامت اور اصابت فکر کے ساتھ کارکنوں کی ذہنی صلاحیتوں کو اسلام کے حق میں نشوونما دیا جائے اور تحذیر و تذکیر کی جاتی رہے تاکہ داعیانِ حق انحراف سے اور دنیا کی رنگینیوں میں الجھ جانے سے محفوظ رہیں۔

دورِ جدید میں داعیانِ حق کی صورتِ حال یہ ہے کہ ان میں دلکشیوں اور رنگینیوں سے متاثر ہونے کی نفسیاتی امتناعی قوت بہت کم ہے۔۔ کیونکہ اگر فکر و عقیدہ کے مطابق عمل نہ ہو اور اس کے ماننے والے اس کے راستے میں حائل ہونے والے ہر مرحلے سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہ ہوں تو یہ فکر و عقیدہ محض شعار اور نظریہ بنکر رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔

یعنی جب تک داعی کی زندگی میں دعوت کی قدریں راسخ نہ ہوں اور جب تک اس کے نزدیک اسلام ہی زندگی کے ہر معاملے میں مقیاس نہ بنے۔۔ اس وقت تک وہ ہویٰ اور میلانات کی جانب مائل ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ آج داعیانِ حق ایسے جاہلی معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں جس کا دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور جو اقدارِ عالیہ اور اعلیٰ اخلاقی مثالوں سے بالکل خالی ہے نیکی مرجھائی ہوئی اور کملائی ہوئی ہے برائی سرخرو ہے اور سر اٹھا کر چل رہی ہے شر کی ہر نوع اور فساد کی ہر قسم موجود ہے اباحیت اور بے شرمی ہی تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے اور خدا ترسی اور دین داری پس ماندگی اور رجعیت کی علامت قرار دی جا چکی ہے۔

اگر داعیِ حق عقیدے کی گہرائی اخلاق کی پختگی اور قوتِ ایمان سے مکمل طور پر سرفراز

Marfat.com

نہ ہو اور وہ اپنے آپ کا پورا محاسبہ نہ رکھے، اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کا ایمان پختہ نہ ہو، اور طاعتوں کا خوگر اور معصیتوں سے محترز نہ ہو تو وہ یقیناً معاشرے کے ان اثرات سے متاثر ہو جاتے گا۔ اور سماجی انحراف اور شذوذ اس پر اثر انداز ہو جائے گا۔

اس مقام پر ہم داعیان حق کی زندگی میں آنے والے دو اہم مراحل انعطاف بیان کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان مراحل سے امن و سلامتی کے ساتھ گزرنا کس طرح ممکن ہے۔

## پہلا مرحلہ : متاہل زندگی کا آغاز

متاہل زندگی کا آغاز ہر انسان کے لئے ایک بہت اہم مرحلہ ثابت ہوتا ہے اور داعیان حق کے سامنے بھی اس کی اہمیت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ یا تو کارکن دعوت ازدواجی زندگی اختیار کرنے کے بعد اسلام پر ثابت قدمی سے جم جاتا ہے۔ اس کے قدم متوازن ہو جاتے ہیں اور حق کے راستے میں اس کی جدوجہد میں اضافہ ہو جاتا ہے یا اس کی طبیعت میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے اس کے اخلاق اور اسلام میں بگاڑ و فساد پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ دعوت کے منظر سے ہٹ جاتا ہے۔

اور اس ناکامی کی وجہ متاہل زندگی میں اسلام کے ابدی اصولوں کو مدنظر نہ رکھنا ہے حالانکہ اسلام کے اصولوں و قواعد کی خانگی زندگی کی تاسیس کے لئے ناگزیر بھی ہیں اور مفید بھی اور انہی اصولوں کی پیروی سے عائلی زندگی کو سعادت حاصل ہوتی ہے۔

ان قواعد و اصول کو ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں

## صحیح مقصود

اسلام چاہتا ہے کہ ازدواج کا مقصود صحیح ہو اور وہ مقصود کمال دین ہے جیساکہ فرمان نبوتؐ ہے کہ

"جس کو نیک بیوی ملگئی اسے اپنے نصف دین میں اعانت حاصل ہوگئی اور باقی نصف کے لئے وہ اللہ سے ڈرے"۔ (الطبرانی)

Marfat.com

نیز ارشاد فرمایا کہ

"جس نے شادی کر لی اس کا نصف دین مکمل ہو گیا اور باقی نصف کے لئے وہ خوفِ خدا اختیار کرے" (بیہقی)

اسلام نے عائلی زندگی کو نفس کی تحصین، تزکیہ اور اطاعت کی جانب مائل ہونے کا ایک اہم اور اساسی سبب قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

"اے نوجوانو، جس کو استطاعت ہو وہ شادی کرے اور جسے استطاعت نہ ہوں وہ روزے رکھے کہ روزے کسرِ شہوت میں ممد ہیں" (بخاری و مسلم)

افلاطون کا قول ہے کہ انسان مستقل پریشان اور متشوش رہتا ہے تا آنکہ اپنے مفصول حصے سے ملجائے یہ انضمام مبارک اور میمون ازدواج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"تین افراد ہیں جن کو اللہ کی اعانت حاصل ہے، مجاہد فی سبیل اللہ، مکاتب جو اپنا زرِ کتابت ادا کرنا چاہتا ہو اور پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرنے والا" (ترمذی)

ازدواجی زندگی سے اسلام کا اولین مقصود ایک نیا مسلم خاندان تشکیل دینا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ازدواج کو مومنین کی تمنا کے طور پر بیان کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ
اِمَامًا (الفرقان: ۷۴)

اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما۔ اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔

لیکن اگر جنسی لذت ہی مقصدِ ازدواج بن جائے تو ظاہر ہے کہ یہ مقصد حاصل نہیں

Marfat.com

ہوسکتا۔ بلکہ انسان خود ہی بندۂ شہوات بن کر رہ جائے گا۔

## حسن انتخاب

اسلام نے اس امر کی تاکید کی ہے کہ مسلمان اپنی شریک حیات اور رفیق زندگی کے انتخاب میں اس کے دین اور جذبات انس کو مدنظر رکھیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی نژاد نو کے لئے اچھی عورت کا انتخاب کرو۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ آج کے دور میں صحیح معنی میں کسی مسلم دوشیزہ کا وجود متعذر ہو چکا ہے تو بھی ایسی دوشیزہ کا انتخاب بہرحال ناگزیر ہے جس میں اسلام کی جانب میلان اور رغبت موجود ہو۔

اسلام نے رفیق حیات کے انتخاب میں اخلاق اور دین کو اساسی شرط قرار دیا ہے۔ اور محض حسن وجمال کو ترجیح دینے کے عواقب پر متنبہ کیا ہے اور یہ اصول بتایا ہے کہ اخلاقی جمال جسمانی جمال سے بدرجہا بہتر ہے اور نفس کا غنی ہونا مال کے غنی ہونے سے خوب تر ہے چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے۔

عورتوں سے محض ان کے حسن ظاہر کی بنا پر شادی نہ کرو کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حسن ان کے لئے تباہی کا سبب بن جائے۔ عورتوں سے زر ومال کی وجہ سے بھی شادی نہ کرو ہو سکتا ہے زر ومال ان کی سرکشی کا باعث بن جائے۔ بلکہ عورتوں سے ان کے دین کی بنا پر شادی کرو بلکہ ایک معمولی صورت معمولی سمجھ والی دیندار باندی بھی ان عورتوں سے کہیں بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

ظاہر ہے کہ اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ کہ عورت جمال صورت اور جمال سیرت کا مرقع ہو۔ چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے۔

"سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو وہ خوش ہو جب اسے کوئی بات کہے تو وہ اس کی تعمیل کرے اور جب شوہر

Marfat.com

کہیں جائے تو اس کی عزت اور مال کی محافظ ہو۔

(للنسائی)

بہرحال دعوت اسلامی سے متعلق افراد کو بالخصوص اس جانب توجہ دینی چاہیئے کہ وہ مناہل زندگی کے آغاز کے لئے اسلامی اصولوں اور ہدایات کو پیش نظر رکھیں اور حسن ظاہر پر حسن باطن کو اور مال پر دین کو ترجیح دیں اور اس ارشاد حق سبحانہ پر عمل کریں۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (النور : ۳۲)

اور تم ہیں (یعنی احرار ہیں) جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔ اور (اسی طرح) تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح کے) لائق ہو، اس کا بھی۔ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے۔

اور اس حدیث کو پیش نظر رکھیں۔

"جو شخص کسی عورت سے محض اس کے معزز ہونے کی بناء پر نکاح کرتا ہے اللہ اسے بے عزت کر دیتا ہے، جو شخص کسی عورت سے محض اس کے مال کی خاطر نکاح کرتا ہے اللہ اسکے فقر میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو شخص کسی عورت سے محض اس کے نسب کی خاطر نکاح کرتا ہے اللہ اس کو کم نسب بنا دیتا ہے اور جو شخص عورت سے اس لئے نکاح کرتا ہے کہ وہ نگاہ نیچی رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور صلہ رحمی کرے تو اسے اللہ برکت دیتا ہے۔"

## افراط و تفریط سے اجتناب

اسلام نے اس امر پر متنبہ کیا ہے کہ انسان جنسی تعلق میں افراط سے کام نہ لے کیونکہ شہوتیں شعلہ عقل کو بجھا دیتی ہیں اور جبلتیں اور میلانات نفس پر غالب آ جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

Marfat.com

"عورتیں شیطانی جال ہوتی ہیں، اگران میں جنسی کشش نہ ہوتو انہیں مردوں پر اقتدار حاصل نہ ہو۔

ابراہیم بن ادھم نے فرمایا ہے کہ

"جو لوگ عورتوں کے عادی ہوتے ہیں ان سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاتی"

بہرحال جنسی عمل میں ناروا زیادتی مضر صحت ہے اور اس سے اجتناب بہت ضروری ہے ڈاکٹر جی میلان کہتے ہیں کہ

"عمل جنس تمام وظائف انسانی پر اثر انداز ہوتا ہے، دل کی دھڑکن بڑھ کر ایک منٹ میں ۱۵۰ حرکت تک پہنچ جاتی ہے، شریانی دباؤ بے حد بڑھ جاتا ہے سانس تیز ہوجاتا ہے دماغ کا دوران خون بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا آنکھوں کے حلقے پھیل جاتے ہیں، جلد سے عرق نکلتا ہے اور معدے اور ہارمونز کی تعزیز بڑھ جاتی ہے جوں جوں عمر بڑھتی جائے جنسی عمل میں احتیاط ضروری ہوجاتی ہے اس لئے بڑھتی ہوئی عمر میں انسان کو اعمال فکریہ کی جانب متوجہ ہوجانا چاہیئے تاکہ ذہن فکر جنسی سے ہٹ جائے اس کی تائید ان لوگوں کی عمدہ صحت سے ہوتی ہے جو جنسی عمل سے کنارہ کش ہو کر عمل تفکیر میں منہمک ہوگئے اور رتیل کی سی زندگی گزارنے لگے، اس لئے مقدور بھر فکری کاوش میں لگا رہنا چاہیئے تاکہ تسکین ذہنی حاصل ہوتی رہے۔"

اسلام نے کسی بھی معاملے میں اسراف کرنے اور حد سے گزرنے سے منع کیا ہے اگرچہ وہ حلال وطیب ہی ہو کیونکہ غیر ضروری زیادتی نقصان دہ ہے اور خیر امور وہ ہے جو درمیانی صورت ہو۔

زردشت نے تعلقات زن وشو کی تحدید نو دن کی ہے، سقراط نے دس دن کہے ہیں اور لوتھر ہفتہ میں دو مرتبہ روا قرار دیتا ہے۔

## شوہر کی شخصیت ہی خاندان کی اساس ہے

اسلام نے اس امر پر بھی متنبہ کیا ہے کہ شوہر بیوی کی ہر خواہش کی تکمیل میں نہ لگ جائے کیونکہ اس

Marfat.com

طرح اس کی شخصیت کو ٹھیس پہنچے گی اور خاندانی نظام میں ابتری پیدا ہوگی، امام غزالیؒ نے اس مفہوم کو کتاب الاحیاء میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ عورت کا نفس خود تمہارے اپنے نفس کی طرح ہے کہ اگر تم اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دوگے تو قابو سے باہر ہو جائے گا۔ اور اگر تھوڑی سی ڈھیل دوگے تو کئی گز دوڑ جائے گا اور اگر لگام قوت اور مضبوطی سے تھامے رکھوگے تب نفس کا گھوڑا قابو میں رہے گا۔

غرض ازدواجی زندگی میں مرد کی شخصیت بڑی مؤثر ہے اور جب تک بیوی شوہر کو اپنی زندگی کی کل متاع اور قدوۂ حسنہ نہ سمجھے اس وقت تک رشتۂ ازدواج معرض خطر میں رہے گا۔ رشتۂ ازدواج کے مضبوط اساس پر قائم کرنے میں تساہل برتنے والے اکثر شوہر بعد میں پچھتاتے ہیں کیونکہ ازدواجی زندگی کے ابتدائی ایام ہی مستقبل کا رخ معین کر دیتے ہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ متاہل زندگی کے آغاز ہی میں توجہ اور احتیاط برتی جائے۔

بہرحال شوہر کو چاہیئے کہ بیوی کی ہر جائز و ناجائز خواہش کی تکمیل میں نہ لگا رہے کہ اس کا اخلاق خراب ہو جائے اور اس کی ہیبت جاتی رہے، بلکہ انتہائی حکمت اور بصیرت کے ساتھ میزان اسلام میں ہر معاملے کو وزن کرے اور یہ دیکھے کہ اسلام کی رو سے کیا بات درست ہے اور کیا نادرست۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ

" جو شخص خواہشات نفس میں عورت کی پیروی کرتا ہے وہ جہنمی ہو جاتا ہے" حضرت

عمر بن الخطابؓ کا فرمان ہے کہ

" عورتوں کی مخالفت کرو کہ ان کی مخالفت ہی میں برکت ہے "

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

" برا ہو جورو کے غلام کا " (بخاری)

بہرحال متاہل زندگی کا آغاز داعیٔ حق کی زندگی میں ایک خطرناک موڑ بن کر سامنے آتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ داعیٔ حق اس مرحلے پر ان مثالوں کو مدنظر رکھے جو اسلام نے ازدواجی زندگی کی سامنے رکھی ہیں۔ اور دعوت اسلامی کے مقاصد کو ہر حال میں پیش نظر رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کا اختیار کرنا دعوتی زندگی کے اختتام کا سبب بن جاتا ہے اور اس طرح کار دعوت کو اپنے اچھے افراد سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ چونکہ دعوت ان رجال کار کی تربیت

Marfat.com

اوران کو دعوت کے لئے تیار کرنے پر بڑی جدوجہد صرف کرتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ دعوت ان افراد کے ضائع ہو جانے کے تحفظات اختیار کرے، کیونکہ جہاں تعمیر سیرت و کردار دعوت کا فریضہ ہے وہاں اس کردار کی حفاظت بھی لازم ہے

## دوسرا مرحلہ : حصول دنیا

داعیان حق کی زندگی میں آزمائشوں کے لاتعداد مرحلے آتے ہیں اور انہیں بے شمار دشوار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے اور جب تک داعیان حق مناسب اور موزوں صلاحیت حاصل نہ کریں اس وقت تک ان تمام گھاٹیوں سے امن و سلامتی کے ساتھ گزرنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔۔۔۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انجام دردناک اور ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

دین اسلام کی حقیقی عظمت یہ ہے کہ یہ ان تمام حالات کو حاوی اور محیط ہے جن سے انسان گزرتا ہے اور جو نفس بشری کو درپیش ہوتے ہیں اور اسلام نے ان تمام مسائل کا حل بتایا ہے۔ اوران کے اسباب کی نشاندہی کی ہے۔

## دنیا کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر

اسلام دنیا کو ایک تجربہ گاہ قرار دیتا ہے، اس نے انسانوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اس کی تعمیر کے لئے سعی کریں اس کی خیرات سے منتفع ہوں اور اس میں افراط و تفریط سے گریز کریں۔ یعنی جہاں ایک جانب اسلام انسانوں کو آمادہ عمل کرتا ہے اور اکتساب مال کی جانب توجہ دلاتا ہے وہاں یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ دنیا ہی کو مال نہ سمجھ لیا جائے اور اسی کو غایت نہ قرار دے لیا جائے اور اسی کو اعمال کا منتہا نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ دنیا فانی ہے جس میں انسان ایک مختصر سی عمر گزار کر رخصت ہو جاتا ہے اور حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے جو دارالبقاء ہے جو وہاں سعید ہوگا۔ وہی فی الحقیقت سعید ہوگا اور جو وہاں شقی ہوگا وہی فی الواقع شقی ہوگا۔

يَا قَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ
وَّإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (غافر: ۳۹)

اے بھائیو! یہ دنیوی زندگانی محض حظ چند روزہ ہے اور اصل ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔

Marfat.com

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ
بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (لقمان : ۳۳)

سو تم کو دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور وہ نہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے

## انحراف کے عوامل

داعیان حق کی زندگی میں انحراف کے دو اسباب ہیں :-

پہلا سبب یہ ہے کہ دعوت اسلامی کو صاف ستھری پاکیزہ فضا درکار ہے اور اس طرح کی فضا ہی میں صحیح معنی میں ایسے داعیانِ حق تیار ہو سکتے ہیں جو بیرونی اثرات سے متاثر نہ ہوں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اسلامی تحریکات تطبیقی طریقہ ہائے کار کی جانب توجہ نہیں دیتیں اور اس طرح اسلام محض مطالعے کا موضوع اور معلومات کا ماخذ بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کئی ایسے لوگ داعی بن جاتے ہیں جن کی زندگی عمل سے خالی ہوتی ہے وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے نہیں تھکتے لیکن چوں بخلوت می روند کار دیگر می کنند، وہ لوگوں سے اسلام کی خاطر متاع دنیا ترک کر دینے کو کہتے ہیں لیکن خود متاع قلیل پر بکتے ہیں، غرض ان کا عمل ان کے قول کے مطابق نہیں ہوتا اور وہ دنیا کی دلکشیوں پر دین کو قربان کر دیتے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات : ۳۷-۴۱)

(اس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق) سے سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ (اس کا) ٹھکانہ ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

Marfat.com

## شخصیّت سازی کا طریقہ

اسلام نے انسانی شخصیت کی تشکیل کے لئے دو طریقے اختیار کئے ہیں اور ان دو اسالیب کے ذریعے انسان کو کمال وجود کی بلندیوں تک پہنچا دیا اور اس کے احساسات شعور اور فکر کی صلاحیتوں کو حقائق امور اور جواہر اشیاء کی جانب بڑے حسن وخوبی سے متوجہ کیا ہے۔

اسلام نے پہلے انسان کے سامنے اس کے دنیا میں قیام، دنیا کی بے ثباتی اور اس کے حقیر ہونے کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ دراصل آخرت ہی اصل مقام ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ج وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ

(النساء: ۷۷)

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے۔

ا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ دنیا کی حقیقت بیان فرمائی، چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ صحابہ کرام کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مردہ بکری پڑی ہوئی نظر آئی، آپؐ نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ مردہ بکری اس کے مالکوں کے لئے کس قدر بے کار اور نکمی ہے، صحابہ نے عرض کی حضور بے کار ہے تب ہی تو اس کو یہاں پھینکدیا ہے، آپؐنے فرمایا اللہ کی نظر میں دنیا اس سے بھی زیادہ بے کار اور نکمی ہے (احمد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب دکھلادوں، میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لائے۔ وہاں ایک کوڑی کا ڈھیر تھا جس میں مردوں کے سر گندگیاں، کپڑے اور ہڈیاں وغیرہ پڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ مردوں کے یہ سر بھی اسی طرح تمنائیں کیا کرتے تھے جس طرح اب زندہ کرتے ہیں لیکن اب یہ محض ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں، پھر یہ خاک کا ڈھیر بن جائیں گے، یہ گندگیاں وہ رنگ برنگے کھانے ہیں جو لوگوں نے کھائے اور ان سے یہ گندگی بنی جس سے لوگ دور بھاگتے ہیں

Marfat.com

یہ پھٹی ہوئی کترنیں اور چیتھڑے انسانوں کے لباس تھے جن سے ان کی خوش پوشی قائم تھی اور ہوائیں انہیں اڑا کر یہاں لے آئیں اور یہ ہڈیاں ان جانوروں کی ہیں جن کا گوشت انسانوں نے کھایا اب یہاں ان کی ہڈیاں پڑی ہیں .... یہ ہے دنیا جو اس پر رونا چاہے رو لے، آپؐ کا یہ فرمان سن کر ہم سب رونے لگے۔

۲) اسلام نے اس امر پر بھی متنبہ کیا ہے کہ دنیا ہی مسلمانوں کے سامنے چھین جھپٹ کے لئے نہ رہ جائے چنانچہ فرمایا کہ بس تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا البتہ مجھے خوف یہ ہے کہ تمہارے پاس دنیا بکثرت ہو جائے جس طرح پچھلی اقوام کے پاس کثرت ہو گئی تھی اور تم بھی اس دنیا کے تنافس (چھینا جھپٹی) میں اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح وہ ہلاک ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حرص دنیا طمع پیدا کرتی ہے اور اس میں لگے رہنے اور منہمک رہنے سے اس کی محبت بڑھتی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جس نے اپنی زندگی کا سب سے اہم کام حصول دنیا کو بنا لیا، اس کو اللہ سے کچھ نہیں ملا اور اسے اللہ چار باتوں میں مبتلا کر دیتا ہے غم دنیا جو کبھی دور نہیں ہوتا، کام جس سے کبھی فارغ نہیں ہوتا، محتاجی جو کبھی خوشحالی نہیں بنتی اور تمنا جو کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ (طبرانی)

۳) اسلام نے یہ تنبیہہ کی ہے کہ دنیا کی محبت کا اس قدر غلبہ نہ ہو کہ آخرت کے تزود پر غالب آ جائے اسی لئے اسلام نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور نفس کو اس کی محبت سے آزاد رکھنے کی تلقین کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ

"جو دنیا کی محبت میں کھو گیا اس کے دل سے خوف آخرت نکل گیا"۔

زُہد فی الدنیا کا اسلام کی نظر میں یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسان سعی و عمل ترک کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر بیٹھ جائے۔ بلکہ زُہد کا مفہوم یہ ہے کہ سعی و عمل بھی جاری رہے لیکن دنیا معبودِ نفس نہ بننے پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقت زہد کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ زہد یہ نہیں ہے کہ آدمی حرام کو بھی حلال سمجھ لے اور جو مال حلال اس کے پاس ہو اسے ضائع کر دے مگر زُہد یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو تمہارے پاس ہے۔

Marfat.com

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ جس آدمی کے پاس ہزار دینار ہوں وہ زاہد ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں پوچھا گیا کہ اس کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس اس مال میں اضافہ ہو جائے تو وہ خوش نہ ہو اور اگر کمی ہو جائے تو غمگین نہ ہو۔

داعیان حق کے لئے دنیا ایک بڑا خطرہ ہے کہ کہیں وہ کسی خواہش نفس میں پڑ کر صغائر میں مبتلا ہو جائیں اور یہ صغائر انہیں کبیرہ گناہوں تک لے جائیں یہ دنیا جو زیب و زینت کی دنیا ہے جو آسائش و آرام کی دنیا ہے اس دنیا میں داعی کو تساہل نہیں برتنا چاہیئے اور نہ دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا چاہیئے، کیونکہ دنیا کی محبت میں الجھ جانے کا لازمی نتیجہ ایمان کی کمی اور فساد اسلام ہوتا ہے چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے کہ

"میرے بعد دنیا کا یہ حال ہو گا کہ ایمان کو اس طرح کھا جائے گی جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"

غرض داعیان حق کو دنیا میں الجھ کر رہ جانے سے بچنا چاہیئے اور ان مرحلوں سے متنبہ رہنا چاہیئے جو انہیں راہ حق سے منحرف کر دینے والے ہوں اور اس انجام سے ڈرنا چاہیئے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝ (البقرہ : ۸۶)

یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے دنیوی زندگی (کے حظوظ) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے سو نہ تو ان کی سزا میں (ذرہ) تخفیف کی جاوے گی اور نہ کوئی ان کی طرفداری (پیروی) کرنے پاوے گا۔

۴) اسلام بتاتا ہے کہ دنیا میں تعمیر و ارتقاء کے عمل اور سعی و جہد کا مقصود دنیا کے کنوز دریافت کرنا۔ نامعلوم کو معلوم کرنا اور خیر اور عدل پر مبنی نظام قائم کرنا ہونا چاہیئے۔

اسلام کی میزان میں اس شخص کا کوئی وزن نہیں ہے جو اس راستے سے ہٹ گیا۔ خواہ اسے کتنی ہی علم و معرفت حاصل ہو جائے۔ بلکہ اسلام کی نظر میں یہ شخص دنیا کی خرابی اور تباہی کا باعث ہے۔

Marfat.com

کا باعث ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (هود : ۱۵-۱۶)

جو شخص اپنے (اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو اس (دنیا) ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں، اور ان کے لئے اس (دنیا) میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ (آخرت میں سب کا سب) ناکارہ (ثابت) ہوگا۔ اور واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے۔

## اسلام کی عملی تربیت

اسلام انسان سازی اور تربیت افراد کے بارے میں صرف تصورات اور افکار ہی پیش نہیں کرتا بلکہ اس کی عملی تطبیق بھی کرتا ہے اور تجربی منہاج تربیت کو بھی بروئے کار لاتا ہے۔

ذرا قریب سے عہد نبوتؐ میں انسانی تربیت کے عملی طریقوں کا مطالعہ کیجئے آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض دار الارقم میں وعظ و ارشاد پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نبوی تربیت حاصل کرنے والے صحابہ کرام کو جاہلی معاشرے کی عملی زندگی میں لا کر جاہلی معاشرے کے افکار و معتقدات کو بھی چیلنج کیا اور جاہلیت سے کھلم کھلا جنگ کی اور اس اصول کو تسلیم کرایا کہ عبودیت و بندگی صرف اللہ کے لئے ہے اور یہ کہ انسان اسی کا مطیع ہے اور اس کے احکام کا پابند ہے۔

یہ وہ عظیم افراد تھے جن کی نظروں میں دنیا بالکل حقیر تھی اور دنیا کی تمام آسائش اور حیات دنیا کی تمام رنگینیاں ان کے قدموں کی خاک کے برابر تھیں، خود ان کے دشمن تسلیم کرتے تھے کہ ان

Marfat.com

کی نظر میں موت زندگی سے زیادہ محبوب ہے اور ان کے نزدیک تخت نشین ہونے سے خاک نشین ہونا کہیں بہتر ہے، ان عابد شب زندہ دار اور فرسان نہاد کو دنیا کی کوئی راحت و دولت عزیز نہیں ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ بڑی صاحب ثروت تھیں اور مصعب ایسے معزز اور وجیہہ شخص تھے کہ لڑکیاں ان کو شوہر کے روپ میں دیکھنے کی تمنائیں کرتی تھیں، جب حضرت مصعب نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے ان کو میراث سے محروم کر دینے کی دھمکی دی۔ جس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے کوئی پراہ نہیں کی پھر ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ جب تک مصعب اسلام نہیں چھوڑیں گے وہ کھانا نہیں کھائینگی، اس پر مصعب نے بڑے جوش ایمانی سے فرمایا۔

'' اے ماں اگر آپ سو مرتبہ مریں اور سو مرتبہ جیئیں تب بھی میں محمد کا دین نہیں چھوڑوں گا''

یہ دولت مند صاحبزادے اسلام کے بعد مدینہ میں پھٹے ہوئے کپڑوں میں دیکھے گئے ہیں۔ ،ہجرت مدینہ بھی مسلمانوں کے لئے ایک عملی تربیت تھی، کہ مسلمان جاہلی معاشرے کو ترک کردیں اس کی ہر رسم و اخلاق سے ہجرت کریں اور اس معاشرہ سے حاصل شدہ ہر مفاد کو چھوڑ دیں۔ اس بستی سے نکل جائیں جس میں اب تک رہتے رہے ہیں، اہل خانہ اور اقارب اور رشتہ داروں کو چھوڑ دیں غرض ہر اس تعلق کو قطع کر دیں جس سے اب تک کوئی وابستگی رہی ہے اور صرف ایک ہی وابستگی کو برقرار رکھیں جو کہ اللہ سے وابستگی ہے۔

مومنین نے اس پکار پر لبیک کہا اور اسلام کی خاطر ہر تعلق ہر محبت اور ہر رشتہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت صہیب رومی ہجرت کے لئے روانہ ہوئے کفار نے راستہ میں ان کا تعاقب کیا اور ان سے کہا کہ تم ہمارے یہاں فقیر و محتاج آئے تھے جب تمہارے پاس مال و دولت آگیا تو تم یہ مال و متاع لے کر چل دیئے صہیب بولے، اگر میں یہ سب کچھ تمہارے پاس چھوڑ دوں تب تو تم مجھے جانے دو گے' انہوں نے کہا، ہاں اس صورت میں تمہیں اجازت ہوگی، اس پر

Marfat.com

صہیب نے کہا میرا سارا مال تمہارا ہوا، تم مجھے جانے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صہیب اس تجارت میں کامیاب ہو گئے۔

اسلام کے اصول اس طرح داعیانِ حق کے نفوس میں جاگزیں ہو گئے تھے کہ ان کے روزمرہ کے تصرفات بالکلیہ اسلام کے مطابق ہوتے تھے اور کوئی شے ایسی باقی نہیں رہ گئی تھی جو انہیں راہِ حق سے ہٹا سکے، اور حق کی صراطِ مستقیم پر چلنے میں ان کے لئے رکاوٹ بن سکے۔

اسلامی تحریک آج بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کے کارکن نظری تربیت کے ساتھ تربیتِ عمل سے بھی گزریں اور ان کے نفوس سے ضعف و وہن کے عوامل ختم ہو جائیں اور مختلف رکاوٹوں کے مقابلے کے لئے ان کی صلاحیتیں بیدار ہو جائیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (العنکبوت ۶۹)

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) رستے ضرور دکھا دیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ (کی رضا و رحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

# داعیٔ حق اور تفہیم و تطبیق کا عمل

داعی حق پر کچھ ذمے داریاں اس کی ذات کی جانب سے عائد ہوتی ہیں اور کچھ ذمے داریاں معاشرے کی طرف سے لازم ہوتی ہیں اور اس کی ان کوتاہیوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے جو اس پر اس کی ذات کی طرف سے عائد ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ داعی اپنی سیرت و کردار کے لحاظ سے معاشرے کی اخلاقی حالت کا ایک مثالی نمونہ ہو، اس کی زندگی دعوت حق کا عملی پیکر ہو۔ اس کا ہر قدم دعوت حق کے لئے اٹھے اور اس کے اسلوب دعوت کے مؤثر نتائج مرتب ہوں

قرآن کریم نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو خود نصیحت حاصل نہ کریں اور دوسروں کو نصیحت کریں خود اعمال زشت سے باز نہ آئیں اور دوسروں کو نہی عن المنکر کریں۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ
وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ط (البقرہ: ۴۴)

کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کرتے کو (نیک کام کرنے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے کتاب کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝
كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝

(الصف: ۲)

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔
خدا کے نزدیک یہ بات ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

Marfat.com

## فہم صحیح

داعیٔ حق کا لازمی فریضہ ہے کہ وہ قرآن وسنت کی مدد سے اسلام کا صحیح فہم حاصل کرے دین کے احکام شریعت کے اوامر نواہی کو بخوبی سمجھے اور اسلام کی خصوصیات اور مقاصد اور اس کے نظام عقائد وعبادات کا مکمل شعور حاصل کرے اور اس امر سے واقفیت حاصل کرے کہ انبیاء کرام نے کار دعوت کو کس طرح انجام دیا، آزمائشوں میں صبر وثبات کی کیسی مثالیں پیش کیں اور سلوک وعمل کے کیسے اسلوب متعین کیے۔ بالخصوص داعی حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصّہ قرآن فہمی میں گزارے۔ نور قرآن سے قلب ونظر کو منور کرے اور روح قرآن سے اس طرح متاثر ہو جیسے کہ قرآن ابھی نازل ہو رہا ہے اور وہ وحی الٰہی کا براہ راست مخاطب ہے۔

جس قدر قرآن فہمی میں اضافہ ہو گا اسی قدر داعی حق دین سے متاثر ہو گا اور اسی قدر اس میں کار دعوت کی محبت اور اس میں ثابت قدمی پیدا ہو گی۔ نبیٔ صادق و امینؐ نے سچ فرمایا۔

"جس شخص کے حق میں اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے فہم دین عطا فرما دیتا ہے۔"

اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"انسان کانیں ہیں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ فہم دین حاصل کر لیں۔"

اسلام سے جس طرح مختلف طبائع کے حامل انسان مستفید ہوتے ہیں اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ

"اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بہت بادل ہو جو زمین پر خوب برسے اور زمین کا زرخیز حصّہ اس پانی کو اپنے اندر جذب کر کے خوب پیداوار دے، اور زمین کا نشیبی حصّہ اس پانی کو جمع کرے اور لوگ اسے پیئیں اور پلائیں اور کھیتوں کو سیراب کریں اور زمین کا ایک حصّہ جو چٹیل میدان ہو، جو نہ تو پانی کو جذب کرے اور نہ پیداوار دے سکے۔

یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اس دین کو سمجھیں جسے لے کر میں مبعوث ہوا ہوں۔ خود بھی اس علم کو حاصل کریں اور دوسروں کو بھی سکھلائیں، اور اس شخص کی مثال جس نے اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ بنجر زمین کی ہے جس نے نہ پانی جذب کیا اور نہ اسے ذخیرہ کیا۔

داعیان حق کو چاہیئے کہ آغاز شباب میں بھی علم حاصل کریں ایسا نہ ہو کہ بعد میں زندگی کی مشغولیتیں علم کی جانب نہ آنے دیں مہلب نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ

'سیادت ملنے سے پہلے علم حاصل کرو تاکہ سیادت تمہیں حصول علم سے غافل نہ کر دے۔

## تطبیق صواب

جہاں داعیان حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام کا صحیح فہم حاصل کریں وہاں ان کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ اسلام کے اصول و افکار کو عملی زندگیوں میں جاری کریں تاکہ ان کی زندگی عملاً ان اصول وعقائد کی ترجمان بنے جس پر وہ خود ایمان لاتے ہیں اور دوسروں کو دعوت ایمان دے رہے ہیں۔

داعیان حق کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ہر مسئلے اور ہر معاملے اور اپنی زندگی کے تمام اقوال وافعال میں دعوت کے اصولوں پر عمل کریں۔ یعنی وہ بلحاظ فرد بھی داعی ہوں، بلحاظ شوہر، باپ اور بھائی بھی داعی ہوں اور بلحاظ معاشرے کے ایک فرد کے بھی داعی ہوں جیساکہ حضرت علی بن ابی طالب کا فرمان ہے جو اپنے آپ کو لوگوں کا راہنما بنانا چاہتا ہے وہ پہلے اپنی ذات کی تعلیم کرے اور اپنی سیرت کو اپنی زبان سے پہلے سنوارے کہ اپنی ذات کا معلم اور اپنی سیرت کا مہذب دوسروں کو تعلیم دینے والے اور ان کی تعمیر سیرت کرنے والے سے زیادہ قابل قدر ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں ہیں نصیحت کرتے ہیں نصیحت حاصل نہیں کرتے ہدایت دیتے ہیں ہدایت حاصل نہیں کرتے وہ محض بندوں کے مذاق کا نشانہ بنتے ہیں

Marfat.com

اور رب کی ناراضگی مول لیتے ہیں اور یہ بڑا خسران اور افسوسناک نقصان ہے۔
امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ روز قیامت جنت کے کچھ افراد جہنم کی ایک جماعت سے کہیں گے کہ تم جہنم میں کیسے آ گئے جبکہ ہم تمہاری نصیحت و تعلیم سے جنت میں پہنچ گئے ہیں تو وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم اچھی باتوں کا حکم ضرور دیتے تھے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور برائی سے منع فرما کرتے تھے مگر خود اس سے باز نہیں آتے تھے۔
بہرحال داعیان حق کو اپنی ذات کی گرفت کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو سختی کے ساتھ احکام الٰہی کا پابند بنانا چاہیئے کیونکہ مروی ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے حضرت عیسیٰؑ سے فرمایا کہ
"اے ابن مریم، اپنے نفس کو نصیحت کر لے جب وہ نصیحت پر کاربند ہو جائے تو پھر دوسروں کو نصیحت کر، ورنہ دوسروں کو وعظ کرنے سے حیا کرو۔"

## خفیہ و اعلانیہ

داعی حق کو اپنے اصلاح احوال کی ہر وقت فکر ہونی چاہیئے اور اپنی نظافت باطن کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے اور اگر اندرونی اصلاح اور نظافت باطن کے ساتھ بیرونی اصلاح اور نظافت ظاہر بھی حاصل ہو جائے، تو بہت بہتر ہے۔
داعی کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات سے سچا ہو اور اپنی ذات کو دھوکہ دینے والا نہ ہو اور لوگوں سے بھی سچا ہو اور ان سے منافقت اور دکھاوا نہ کرے اور ابن السماک کے اس قول کو پیش نظر رکھے:
"بعض اللہ کی یاد دلانے والے خود خدا کو بھولے ہوئے ہوتے ہیں بعض اللہ کا خوف دلانے والے اللہ کے بارے میں بڑے جری ہوتے ہیں بعض قرب الٰہی کے دعویدار اللہ سے بہت دور ہوتے ہیں بعض اللہ کی جانب بلانے والے اللہ سے بہت بعید ہوتے ہیں اور بعض کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والے اللہ کی آیات سے دور بھاگنے والے ہوتے

Marfat.com

ہیں :

داعیٔ حق کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور اس کے فکر و عمل میں اور ظاہر و باطن میں یکسانیت ہونی چاہیئے انہیں خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں وہ اللہ کے اس فرمان کے تحت نہ آجائیں

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ (النساء : ١٠٨)

جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے۔ حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہوتا ہے۔

داعیٔ حق کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ، ہر مخفی اور پوشیدہ بات سے باخبر ہے۔

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(المجادلہ : ٧)

کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ) نہ ہو۔ اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے۔ جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور نہ اس (عدد) سے کم میں ہوتی ہے (جیسے دو چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں۔ پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔

Marfat.com

حضرت رابعہ بصریہ فرماتی تھیں کہ جب روزِ قیامت اللہ سبحانہٗ مجھ سے فرمائیں گے کہ تو بندوں سے حیا کر کے ان سے گناہوں کو چھپاتی رہی لیکن مجھ سے حیا نہیں کی کہ گناہ ہی نہ کرتی تو میں کیا جواب دوں گی۔

مقصود اس بیان کا یہ ہے کہ داعیٔ حق لوگوں کی اصلاح میں لگ کر کہیں اپنے اصلاحِ احوال سے صرفِ نظر نہ کر بیٹھے بلکہ اس کی اولین ذمے داری خود اپنے نفس کی اصلاح اپنی سیرت کی تشکیل اور اپنے کردار کو دعوتِ حق کے مطابق بنانا ہے۔

Marfat.com

# کارِ دعوت کی قیادت اور اس کی راہنمائی اور تنظیم

میری رائے یہ ہے کہ دورِ جدید میں دعوت اسلام کا فریضہ انجام دینے والی تحریکوں کا زیادہ زور اس امر پر رہتا ہے کہ واعظ، خطبا، اور داعی تیار کیے جائیں جبکہ تنظیمی عمل بہت کمزور رہتا ہے اور انتظامی صلاحیتوں کے حامل قائدین کی تیاری پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے یہاں تک کہ قائدانہ مراکز پر فائز کرنے کے لیے علمی اور اصلاحی خوبیوں پر زور دیا جاتا ہے اور انتظامی صلاحیت سے صرف نظر کر لیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کارکن بہترین خطاب کر سکتا ہے یا جس میں کوئی علمی صلاحیت ہے وہ تنظیمی مسئولیات کا بھی اہل متصور ہو جاتا ہے اسے فرائض قیادت تفویض کر دیئے جاتے ہیں، اور اسی کوتاہی کے سبب دعوت کے کام کو کئی مراحل پر نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور خود اس قائد کی ذات کو نقصان پہنچتا ہے کہ ناکامی کا ردعمل اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

مگر اس قدر واضح امر ہونے کے باوجود اور اس طریقہ کار کی ناکامی سامنے آنے کے باوجود اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

## تنظیم کی اہمیت

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی تحریک کے لیے تنظیم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سی سیاسی اور اجتماعی جماعتیں اس وجہ سے ناکام ہوتی ہیں کہ ان کے پاس ایک مفصل پروگرام اور ایک جزرس تنظیم میں موجود نہیں تھی۔

اسلام کا مزاج ہر قسم کی بدنظمی اور انتشار سے گریز کرتا ہے، دنیا میں کوئی ایسا منہاج موجود نہیں ہے جس نے انسان کے ایک ایک لمحے اور شب و روز کے معمولات کو اس طرح منضبط کیا ہو۔ جس قدر کہ اسلام نے کیا ہے۔

Marfat.com

اسلامی تحریکات مختلف دائرہ ہائے کار میں نظم کی کمی کی بنا پر زیادہ جدوجہد صرف کرتی ہیں اور کم استفادہ حاصل کرتی ہیں اور اس عدم نظم کی بنا پر ان کے کارکنوں کے بیشتر اوقات اور محنتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

## قیادت کی اہمیت

تنظیم کے مسئلہ پر گفتگو میں سب سے اہم موضوع قیادت اس کی خصوصیات اور صفات کا ہے کیونکہ قیادت در اصل انسانی طبائع سے تعامل کرنے انسانی عمل پر اثر انداز ہو کر خاص مقاصد کے تحت اس کی راہنمائی کرنے کے فن کا نام ہے۔

ایک قائد میں جس قدر صلاحیتیں اور خوبیاں ہوں گی اسی قدر وہ اس کی کامیابی کی ضامن ہوں گی، مگر اس بارے میں یہ نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ بعض صفات فطری ہوتی ہیں جن کو راہنمائی اور تربیت سے نکھارا اور سنوارا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تکمیل شخصیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اکتساب کے ذریعے حاصل ہونے والی فکری روحانی، جسمانی، تنظیمی اور اخلاقی خوبیوں اور صلاحیتوں کو بھی حاصل کیا جائے۔

کسی بھی تحریک میں قائد تحریک کو ایک حساس اور مرکزی مقام حاصل ہوتا ہے اور جب تک اس میں قائدانہ صلاحیتیں موجود نہ ہوں مرکز قیادت غیر مستحکم رہتا ہے باوجودیکہ قائد میں علمی صلاحیتیں اور خطابت کی قدرت موجود ہو اس لئے کہ دعوتِ دین ایک ایسا کام ہے جس میں حرکت و عمل لازمی ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ سیرت و کردار اور عمل و تنظیم سے راہنمائی کی جائے اور محض گفتار پر اعتماد نہ کیا جائے۔

## تاثیر روحانی

مسلمان قائد کے لئے لازمی ہے کہ اس کی روح پاکیزہ ہو اور اس کے روح میں صفائی ہو اور وہ اس امانت کے وزن کو محسوس کرے جو اس کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے اور خود ان ذمہ داریوں کے مطابق عمل کرے اور خواہ ذمے داریاں کتنی ہی زیادہ ہوں اور دعوتی کاموں میں کتنا ہی انہماک

Marfat.com

ہو اپنے نفس کو ہرگز فراموش نہ کرے بلکہ اپنے عیوب اور اپنے گناہوں پر نظر رکھے اور اپنی سیرت کی تعمیر پر پوری توجہ دے اور اپنے اعمال حسنہ سے دھوکا نہ کھائے کہ یہ احساس ہی اخلاص کو ختم کر دینے والا ہے اور اخلاص سے خالی عمل کی خدا کے یہاں کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ ایسے اعمال اڑتے ہوئے ریت کے ذرات کے مانند ہیں۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (الفرقان : ۲۳)

اور ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے، متوجہ ہوں گے سو ان کو (بیکار) کر دیں گے جیسے پریشان غبار۔

قائد دعوتِ حق کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر نظر رکھے اور یہ تصور رکھے کہ اس کے تمام اعمال اللہ دیکھ رہا ہے، موت، قبر، جنت اور جہنم ہر وقت مستحضر رہیں، خوب عبادت کرے کثرت سے نوافل پڑھے اور شب بیداری کرے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْئًا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ

(المزمل : ۶)

بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا یا قرأت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

## جسمانی صحت اور قوت جسم

قائد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی جسمانی صحت کا بھی خیال رکھے کیونکہ مومن قوی اللہ کی نظر میں مومن ضعیف سے کہیں بہتر ہے کیونکہ کار دعوت کی ذمے داریاں کمزور سقیم انسان نہیں برداشت کر سکتا۔

قائد کی ذمہ داری ہے کہ ہر لحظہ فکر و سوچ ہر لمحہ عمل اور ہر گھڑی جہد مسلسل کرتا رہا ہے اور ان ذمے داریوں کی انجام دہی کے لئے سو اس جسم، اعضاء بدن اور قوائے دماغ کی صحت بے حد ضروری ہے اور بغیر صحت کے قائد ان فرائض کو بحسن و خوبی انجام نہیں دے سکتا۔

Marfat.com

## عقلی صلاحیتیں اور فکری غذا

عقل کو بھی ایسے مواد غذائی کی ضرورت ہے جس سے اس کی نشوونما ہوتی رہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ قائد نوع بہ نوع فکری مواد سے استفادہ کرے اور یہ تصور نہ کرے کہ محض اسلامی علوم کا جاننا ہی کافی ہے اور کسی اور علم وفن کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ دورِ جدید میں مختلف آراء وافکار پیدا ہوتے رہتے ہیں نئے نئے فلسفے اور نظام پیش کئے جاتے رہتے ہیں اور ان تصورات سے لوگ متاثر بھی ہوتے رہتے ہیں اور ان تمام امور سے واقف ہونا اور سیاسی واقعات اور روزمرہ کے حادثات سے باخبر ہونا صحیح، موزوں اور مناسب قیادت کے لئے لازمی ہے۔

## قائد دعوت کی خصوصیات

### پہلی خصوصیت : دعوت کی معرفت

قائد دعوت کی ایک لازمی خصوصیت یہ ہے کہ اسے کار دعوت سے پوری پوری واقفیت ہو اور دعوت دین کے فکری، علمی اور انتظامی تمام پہلوؤں سے بخوبی آشنا ہو اور کارکنان دعوت کے اعمال اور ان کی سرگرمیوں سے باخبر ہو۔

قائد دعوت کی کامیابی کا راز اسی امر میں پنہاں ہے کہ وہ خود قافلہ دعوت کے ساتھ ہر مرحلے اور ہر موقع پر رواں دواں رہے جس طرح لشکر کا سپہ سالار ہر مرحلے پر بذاتِ خود اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی دشواریوں سے واقف ہوتا ہے ان کی آراء سے باخبر ہوتا ہے۔ اور اسے پوری طرح معلوم ہوتا ہے اور اسے پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ امن و جنگ ہر حالت میں اس کے لشکر کو کہاں راہنمائی کی ضرورت ہے۔

### دوسری خصوصیت : عرفان ذات

قائد دعوت خود اپنی ذات کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہو، جس

Marfat.com

قائد میں یہ صلاحیت نہ ہو وہ اس مہتم بالشان کام کی قیادت نہیں کر سکتا، اس لئے اس کے لئے ان امور کا جاننا ضروری ہے۔

ا) اپنی کمزوریوں سے واقف ہو اور ان کو دور کرنے کی پیہم کوشش کرے۔

ب) اپنی خوبیوں سے باخبر رہو اور ان کو بڑھانے کی سعی کرے

ج) اپنی معلومات میں اضافہ کرتا رہے اور مختلف موضوعات، آراء اور سیاسی اجتماعی اور اقتصادی افکار کا مطالعہ کرتا رہے۔

د) مسلمان قائدین کی شخصیات کا مطالعہ کرتا رہے ان کے طریقۂ دعوت اور اسلوب کار سے واقفیت حاصل کرتا رہے اور ان کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب وعوامل پر غور کرے۔

تیسری خصوصیت ، ارکان دعوت کی جانب مکمل توجہ

قائد دعوت کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تمام افراد تحریک اور کارکنان دعوت کے معاملات ومسائل سے باخبر رہے ان کے رنج وغم میں شریک رہے اور ان کی مشکلات کو حل کرے تاکہ ان کا اعتماد حاصل کر کے ان کی صلاحیتوں کو کار خیر میں لگا سکے۔

چوتھی خصوصیت ، مثالی نمونہ

افراد ہمیشہ اپنے قائدین کو دیکھتے ہیں اور ان کی مثال پر عمل کرتے اور ان کے نمونے کی اقتدا کرتے ہیں۔ کیونکہ قائد کا عمل اور اس کے اخلاق وسیرت کا بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے لئے اسوۂ حسنہ تھے اور صحابہ کرام ائمہ صالحین اور ہدایت یافتہ ہادی تھے، ان کا وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ

'میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے'

پانچویں خصوصیت : عزم صمیم

قائد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں عزم صمیم کی صلاحیت ہو اور وہ ہر معاملے میں بڑی تیزی سے فیصلہ کر سکتا ہو، اور تمام احوال وظروف میں وہ افراد کا اعتماد حاصل کر سکے اور یہ اندازہ کر سکے

Marfat.com

کہ ان سے کس حد تک کار دعوت میں کام لیا جا سکتا ہے۔ جبکہ اگر قائد کی طبیعت میں تردد اور بے ثباتی ہو تو اس سے انتشار پیدا ہوگا اور مفید نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ چنانچہ فرمان نبوت ہے کہ

"اللہ سبحانہٗ، شبہات کے موقعہ پر بصیر ناقد کو اور ہجوم شہوت کے موقعہ پر عقل کامل کو پسند فرماتا ہے۔"

چھٹی خصوصیت : قوت ارادی

قائد کی شخصیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بے حد قوت ارادی کا مالک ہو تاکہ بڑی بڑی مشکلات کو دور کر سکے مسائل کو حل کر سکے اور عقبات سر کر سکے۔

ساتویں خصوصیت : فطری جاذبیت

قائدانہ صلاحیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شخصیت میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہو۔

آٹھویں خصوصیت : پرامید شخصیت

قائد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی شخصیت بڑی پرامید ہو، ہمیشہ اچھی بات کی توقع رکھے اور خدا کی ذات پر بھروسہ رکھے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے خیر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ افراد ہوں یا جماعت یاسیت بڑی خطرناک ہوتی ہے اور اس سے تباہی اور ناکامی ہی برآمد ہوتی ہے اس سلسلے میں یہ فرق ملحوظ رہنا چاہیئے کہ یاسیت کو حکمت اور رجائیت کو خود پسندی نہ سمجھ لیا جائے اور یہ کہ رجائیت خواہشوں کی تابع نہ ہو بلکہ عقل و فہم کے تابع ہو۔

کسی تحریک کی قیادت درحقیقت لشکر کے طلیعہ کی طرح آگے آگے ہوتی ہے اور اس کے اثرات کارکنان تحریک پر بڑے گہرے مرتب ہوئے ہیں اگر قیادت شکست خوردگی اور مایوسی کا شکار ہو تو ساری تحریک اس سے متاثر ہوگی اور اگر قیادت مشکلات و مسائل کا مقابلہ عزم و امید سے کرلے تو یہی روح تمام کارکنان میں سرایت کر جائے گی۔

جبکہ بالخصوص آج اسلام کو اندرونی اور بیرونی حملوں کا سامنا ہے اور ہر سمت سے مقابلہ درپیش ہے اس معرکہ سے پسپائی کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے بلکہ جہاد کی پوری تیاری کر کے اس معرکہ میں ثابت قدمی سے جم جانا چاہیئے۔

Marfat.com

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ
(البقرہ : ۱۹۳)

اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ (شرک) نہ رہے، اور ان کا دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔

دور جدید میں در پیش اس جہاد کے لئے ہمیں عصر نبوت کی جد و جہد کو سامنے رکھنا چاہئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی خاطر بے حساب مشکلات برداشت کیں مصائب برداشت کئے اور ہر نوع کی ایذائیں اور مدینہ کے گرد دشمن کے محاصرے کے دوران نصر الٰہی کے منتظر رہے اور اس پر خطر مرحلے میں مومنین کے سامنے اطمینان اور بشارت کی مثال پیش کی، اس وقت جبکہ خوف کی شدت اور خطرے کی نزاکت کا یہ عالم تھا کہ منافقین یہ کہہ رہے تھے کہ محمدؐ ہم سے کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کا وعدہ فرما رہے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم باہر تک نہیں نکل سکتے۔
مگر اس موقع پر مومنین کا موقف وہ تھا جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ لا قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ؕ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ؕ

(الاحزاب : ۲۲-۲۳)

اور جب ایمان داروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے خبر دی تھی۔ اور اللہ و رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس نے ان ایمان اور اطاعت میں ترقی ہوگئی۔ ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

Marfat.com

آج اسلام کو بے شمار چیلنج کا سامنا ہے، کہیں قومیت کے نام پر اسلام کا مقابلہ کیا جا رہا ہے کہیں وطنیت کے نام پر، کہیں اسلام کو اشتراکیت اور عدل اجتماعی کے نام پر دعوت مبارزت دی جا رہی ہے اور کہیں سائنس اور تہذیب کے نام پر اسلام کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔

اسلام کو درپیش اس سخت چیلنج کے مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ ہمتیں جوان ہوں۔ سعی و کاوش پیہم کی جائے اور نصرت الٰہی پر بھروسہ کرکے جہاد حق میں حصّہ لیا جائے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

(الانفال : ۱۰)

اور (واقع میں تو) نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

---

Marfat.com

# دعوتِ حق اور داعی کے مابین تنظیمی تعلق

اگرچہ دورِ جدید کی اسلامی تحریکات نے فکری اور روحانی پہلوؤں کی جانب خصوصی توجہ دی ہے مگر تنظیمی پہلو کو مناسب اہمیت نہیں دی گئی ہے حالانکہ کسی تحریک کا یہ بہت ہی اہم پہلو ہے بہرحال محکم تنظیمی ارتباط کے نہ ہونے کے باوجود ارکان دعوت میں جو ارتباط اور تعلق اخوت پایا جاتا ہے اس کا تعلق اسلامی عقیدے اور اخوت کے اسلامی تصور سے ہے جو ابھی تک مسلمانوں کو باہم جوڑے ہوئے ہے۔

تنظیمی ارتباط پر زور دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عقیدے اور اخوت کے ان اسلامی رشتوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مقصود بیان یہ ہے کہ ہر پہلو کو مناسب اور موزوں طریقے پر پیش نظر رکھا جائے اور ہر ایک پہلو کی حدود ملحوظ رکھی جائیں تاکہ تحریک میں توازن برقرار رہے اور کوئی انتشار نہ ہو اور تحریک کے نظم میں تناقض اور تضاد پیدا نہ ہو۔ بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ کارِ دعوت اور داعی کے درمیان ارتباط پوری طرح واضح ہو یعنی فرد اپنے فرائض کا احساس رکھے اور دعوت سے اپنے تعلق کو اس کے مطالبات کو اور اپنی ذمے داریوں کو بخوبی مدنظر رکھے۔

یہاں ہم چند اساسی قواعد بیان کرتے ہیں جن پر دعوت اور داعی کے درمیان تنظیمی تعلقات کی اساس قائم ہونی چاہیئے۔

## ۱) اطاعت

ہر تحریک کے تنظیمی ارتباط میں اطاعت کا عنصر لازمی ہے کہ کوئی بھی تحریک اس وقت تک قوت و تکمیل کے مراحل طے نہیں کر سکتی جب تک اس میں عنصر اطاعت موجود نہ ہو۔

Marfat.com

اسلام میں مفہوم اطاعت دین کے اصول عقائد اور شریعت سے ماخوذ ہے۔ یعنی مسلمانوں کی اپنے امیر کی اطاعت حکم الٰہی کی تعمیل کے طور پر ہے کیونکہ اسلام میں قیادت ہی احکام اسلام کی تطبیق کی ذمے داری پوری کرتی ہے اور قیادت ہی کے توسط سے اس اسلامی زندگی کا آغاز ہو سکتا ہے جس میں احکام الٰہی منطبق ہوں جو کہ دعوت اسلامی کی صورت میں ہوگا؛ اس لئے دعوت کے حامل مسلم بھائی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے (یعنی جبکہ وہ اللہ کا حکم بتاتا ہو) اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء : ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو، اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مفہوم کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی (بخاری و مسلم)

## کس کی اطاعت کی جائے

اگر قائد دعوت شریعت اسلامی کے مطابق حکم دے تو اس کی اطاعت کارکنان دعوت پر لازم ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو بشرطیکہ اس حکم دینے اور اس کے قبول کرنے میں کسی ہوائے نفس کا دخل نہ ہو اور اس کی بنیاد ذاتی مذاق اور شخصی پسند اور ناپسند نہ ہو بلکہ بات صرف اس لئے مانی جائے کہ وہ خدا اور رسولؐ کا حکم ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اگر تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو عامل بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو تو بھی اس کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔" (بخاری)

جب حضرت خالد بن الولید کو لشکر کی قیادت سے معزولی اور ان کی جگہ حضرت عبیدہ

Marfat.com

بن الجراح کو مقرر کرنے کا حکم دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے اوپر کسی عورت کو بھی حاکم بنایا جائیگا تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا۔

## نافرمانی کس وقت واجب ہے

اسلام نے جہاں حق کی اتباع میں قائد کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے وہاں اگر اس کا حکم خلاف حق ہو تو اس کی عدم اطاعت کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

" مسلمان پر ہر حکم کو ماننا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند سوائے اس کے کہ حکم معصیت کا ہو کہ معصیت الہٰی میں کسی کی اطاعت لازم نہیں ہے " (بخاری و مسلم)

" حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا اور ایک انصاری کو اس کا امیر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ اس کی اطاعت کریں۔ وہاں وہ کسی بات پر ناراض ہو گئے لکڑیاں جمع کرائیں اور آگ جلوائی اور کہا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ، کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا تھا کہ میری اطاعت کرنا۔ اس پر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے کہ آگ ہی سے بچنے کے لئے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ اس پر ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا واپس آئے تو آپؐ سے یہ واقعہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی نہ نکلتے کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے کام میں اطاعت نہیں ہے بلکہ اطاعت معروف میں ہے "

## اپنے نفوس کو اطاعت کی عادت ڈالو

مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو اطاعت کی عادت ڈالے اور قیادت کے احکام تسلیم کرے اور شیطانی وسوسوں پر نہ چلے کیونکہ سرکش نفوس کی قیادت دشوار ہوتی ہے۔

Marfat.com

تکبر بھی ایک بڑا سخت مرض ہے جس کے راستے شیطان نفس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور طاعت اور تواضع متکبرین کے مزاج کے خلاف ہے اور ان پر اطاعت کرنا گراں گزرتا ہے۔

جبلہ بن ایہم کو حضرت عمرؓ کا حکم گراں محسوس ہوا۔ اور اس نے اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرلی اور گمراہ ہو گیا۔

ابو عمر الشیبانی لکھتے ہیں کہ جبلہ بن ایہم آل جفنہ کے بادشاہوں میں سے تھا اس نے حضرت عمرؓ سے آنے کی اجازت چاہی آپؓ نے اجازت دی، وہ اپنے خاندان کے پانچ سو افراد کے ہمراہ آیا حضرت عمرؓ خوش ہوئے اور اس کے استقبال کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے اس کو خوش آمدید کہا اپنے پاس بٹھایا اور اس کا اکرام کیا۔

حج کا موسم آیا تو حضرت عمرؓ حج کے لئے روانہ ہوئے جبلہ بھی آپ کے ساتھ گیا دوران طواف اس کی چادر پر بنی فزارہ کے ایک شخص کا پاؤں پڑ گیا جبلہ نے اس فزاری کے تھپڑ مارا اور فزاری کی ناک کا بانسہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بلوایا جب وہ آیا تو اس سے پوچھا اس نے کہا جی ہاں امیر المومنین اس نے میری چادر پر پاؤں رکھا تھا، اگر کعبہ کی حرمت ملحوظ نہ ہوتی تو میں اس کے سر پر تلوار مار دیتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے اقرار کر لیا اب یا تو اس شخص کو راضی کرلے یا میں تجھ سے اس کا بدلہ لوں گا۔ جبلہ نے کہا کہ تم کیا کرو گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ فزاری کو حکم دوں گا کہ وہ تجھے اسی طرح تھپڑ مارے جس طرح تو نے اسے مارا ہے جبلہ نے کہا اے امیر المومنین یہ کیونکر ممکن ہے میں بادشاہ ہوں وہ ایک عام آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام نے تجھے اور اسے ایک ہی سطح پر کھڑا کر دیا اب تیرے لئے کوئی بات وجہ فضیلت باقی نہیں رہی سوائے تقوی اور عفت پاکی کے جبلہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین میں تو سمجھا تھا کہ جاہلیت کی بہ نسبت اسلام میں میں زیادہ باعزت متصور ہونگا حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس بات کو چھوڑو اگر تم نے اس شخص کو راضی نہ کیا تو میں تم سے اس کا بدلہ لوں گا جبلہ بولا میں نصرانی ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر تو اسلام لانے کے بعد نصرانی ہو گیا تو میں تجھے جرم ارتداد میں قتل کر دوں گا۔ اس پر جبلہ نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور رات کو فرار ہو کر قسطنطنیہ پہنچ گیا اور عیسائی ہو گیا۔[1]

---

[1] ع۱ : الاغانی و فتوح البلدان ۵

## ذمے داری وجوابدہی

اسلام میں مسئولیت اور جوابدہی کے دو پہلو ہیں ایک ذاتی مسئولیت اور جوابدہی اور ذمے داریوں کے پورا کرنے کا پہلو ہے اور دوسرا اجتماعی مسئولیت اور اجتماعی ذمے داریوں کا پہلو ہے۔

داعیان حق کی بھی ان ہر دو پہلوؤں سے مسئولیتیں اور ذمے داریاں ہیں کہ اولاً وہ اپنی ذات کے امین ہیں اور اپنی ذات کے حق میں جوابدہ ہیں۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰاهَاo قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَقَدْ
خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo (الشمس : ۷۔۱۰)

اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں) کا اس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا۔ جس نے اس (جان) کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا۔

اسی طرح ان پر اجتماعی ذمے داریاں بھی عائد ہیں اور وہ اجتماعی مسئولیات پر بھی جواب دہ ہیں

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
شَهِيْدًا ط (البقرہ : ۱۴۳)

اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر ہے، تاکہ تم (مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں۔

"جس مسلمان کی رات اس طرح گزری کہ اسے مسلمانوں کی فکر نہ تھی وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔"

اسلام کی ذمے داریاں بلاشبہ بہت بڑی ذمے داریاں اور اس قدر ثقیل ہیں کہ ان کے اٹھانے سے پہاڑ بھی عاجز ہیں اور ان ذمہ داریوں کے پورا کرنے کے لئے بہت جدوجہد اور

Marfat.com

سعی کاوش کی ضرورت ہے۔

## مسئولیت کا ذاتی شعور

اسلام کو درپیش معرکہ میں ثابت قدمی کے لئے ضروری ہے کہ داعی حق کا ایمان مضبوط اور عمیق ہو اور شدائد میں حد درجہ صبر کا مالک ہو، اس میں اسلام کی جانب سے عائد مسئولیت کا مکمل احساس موجود ہو، اور وہ ان ذمے داریوں کے پورا کرنے کے لئے پوری طرح تیار اور آمادہ ہو اور ان ذمہ داریوں کو اپنے نفس سے صادر ہونے والے فطری شعور اور جذبہ سے پورا کرے۔

اس احساس ذمے داری کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر مسلمان لازماً کسی تحریک کا رکن ہو یا باقاعدگی کے ساتھ کسی جماعت میں شریک ہو بلکہ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی جانب سے عائد ہونے والی ذمے داریوں کو پورا کرے اور فروغ اسلام کی کوشش اور تبلیغ اسلام کے لئے جدوجہد کرتا رہے۔

بالخصوص دور جدید میں اسلام کو ایسے افراد کی ضرورت ہے جو اسلام کی جانب سے عائد ہونے والے اپنے فرائض بخوبی سمجھتے ہوں اور ان کی تکمیل کے لئے جذبہ واحساس رکھتے ہوں اور شب وروز پیہم جدوجہد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

درحقیقت قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں یہی حمیت اور جوش وجذبہ موجود تھا اور وہ ہر مرحلے اور ہر موقعہ پر اسلام کی خدمت میں منہمک رہتے تھے اور تبلیغ اسلام کی شب و روز جدوجہد کرتے رہتے تھے چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ مجھے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی تلاش میں بھیجا، کہ میں انہیں جاکر آپؐ کا سلام کہوں اور حال پوچھوں میں مقتولین میں ان کو تلاش کرتا ہوا ان کے پاس پہنچا تو وہ زخمی پڑے ہوئے آخری سانس لے رہے تھے اور ان کے جسم پر ستر زخم تھے میں نے کہا اے سعد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کا حال پوچھتے ہیں، سعد بولے رسول اللہ کو میرا سلام کہئیے اور عرض کر دیجئے کہ میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہنا کہ تمہارے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا اگر تمہاری موجودگی میں رسول اللہؐ کو کوئی تکلیف پہنچی۔ اس کے ساتھ ہی سعد کی روح جسدِ خاکی سے

Marfat.com

ملاءِ اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

## تحریکی ذمے داری

ذاتی شعور و احساس اجتماعی ذمے داریوں کے پورا کرنے پر بڑا اثر انداز ہوتا ہے اور ذاتی ذمے داریوں کا عدم احساس تحریکی ذمے داریوں کے پورا کرنے میں حارج ہوتا ہے اور ایسے عناصر جو انفرادی ذمے داریوں کے پورا کرنے میں تساہل برتتے ہوں دعوت کی تحریکی ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں بھی متامّل رہتے ہیں اور ان کی یہ روش دعوت کے تحریکی انداز میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور اس طرح تحریک کی حقیقی قوت ضائع ہو جاتی ہے

بہرحال داعیٔ حق کے لئے لازمی ہے کہ اس میں انفرادی ذمے داریوں کی تکمیل کا جذبہ بھی موجود ہو اور اس کے ساتھ ہی وہ اجتماعی اور تحریکی ذمے داریوں کو بھی پورا کرے تاکہ دعوت اور داعی میں جوہری اور تنظیمی تعلق استوار ہو سکے۔

داعیٔ حق کو ہر طرح کے احوال کے مناسب فرائض کی انجام دہی کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور اسے تمام اعمالِ دعوت میں دلچسپی لینی چاہیئے۔

اس مقام پر ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ عہدِ رسالتؐ میں تحریکِ اسلامی کا نظم و ضبط کس اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر جہاد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے، آپؐ ایک مقام پر فروکش ہوئے اور پوچھا کہ اس رات ہماری کون حفاظت کرے گا، ایک مہاجر اور ایک انصاری یعنی عمار بن یاسر اور عباد بن بشر کھڑے ہوئے جب گھاٹی کے کنارے پر پہنچے تو انصاری نے مہاجر سے کہا تم رات کا کون سا حصہ آرام کرنا چاہو گے۔ مہاجر صحابی نے کہا پہلا حصہ، چنانچہ وہ لیٹ کر سو گئے اور انصاری صحابی نے نماز پڑھنا شروع کر دی کسی مشرک نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور ان کے ایک تیر مارا انہوں نے تیر نکالا اور بدستور کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے اس نے دوسرا تیر مارا انہوں نے تیر کھینچ کر نکالا اور کھڑے ہوئے نماز پڑھتے رہے۔ پھر تیسرا تیر لگا وہ بھی نکال کر نماز پڑھتے رہے اور رکوع و سجدہ کیا اور

Marfat.com

نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا، عمار بن یاسر اٹھے اور انصاری کو اس طرح خون سے تر بتر دیکھ کر کہا تم نے مجھے پہلا تیر لگتے ہی کیوں نہ اٹھا دیا، اس پر انصاری نے کہا کہ میں سورۃ قرآن تلاوت کر رہا تھا اور مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اپنی قرأت درمیان میں چھوڑ دوں، جب پے در پے تیر لگے تب میں نے رکعت پوری کی اور تمہیں اٹھایا اور قسم بخدا اگر میں اس مقام سے ہٹوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مقرر کیا ہے تو میں پہلے ہی مارا جاؤں [1]

ہر داعی کو چاہیئے کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے اسی طرح سرحدوں پر ڈٹا رہے اپنے مؤقف حق پر جما رہے اور اپنی ذمے داریوں کو پورا کرتا رہے۔ اور اس طرح مجاہدین کا ثواب حاصل کرے اور عمل جہاد میں شریک رہنے کا ثواب حاصل کرے کہ حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے ماسوا اس شخص کے جو جہاد میں ہو یا جہاد کی تیاری میں ہو کہ اس کا عمل بڑھتا رہتا ہے اور قیامت تک اس کا رزق جاری رہتا ہے [1]

---

[1] : الطبرانی

Marfat.com

# تحریکی طبیعت

موجودہ دور میں داعیان حق کی کثیر تعداد تحریکی طبیعت کی حامل نہیں ہے جو ظاہر ہے کہ دعوت اسلامی کے لئے بے حد مضرت رساں ہے کہ اس جمود، تعطل اور لاپرواہی سے دعوت کی فعالیت متاثر ہوتی ہے، حرکت اور انقلاب کی قوت کمزور پڑتی ہے اور تحریک حالات و وقائع سے پوری طرح استفادہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

حالانکہ اسلام کے فکری اصولوں اور اخلاقی ضوابط میں اس قدر زبردست قوت تاثیر موجود ہے کہ اگر اسلام کے علمبردار اس سیرت و کردار کے حامل ہوں تو بہت گہرے اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔

دور جدید کے معاشرے کی خامیاں بلاشبہ بے حساب ہیں، لیکن شاید ان کے کثرت سے بیان کی وجہ عمل و جہاد کی ذمے داریوں سے فرار حاصل کرنا اور اشاعت اسلام کے سلسلے میں اپنی کوتاہیوں کا جواز بھی فراہم کرنا ہے یہاں تک کہ ہم نے خود اپنے آپ کو فریب دے لیا ہے اور یہ خرابیاں بیان کرتے کرتے ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اصلاح احوال کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ دور جدید کے معاشرے میں جہاں بے حد خرابیاں موجود ہیں وہاں اس معاشرے میں قبولیت دعوت کی کچھ صلاحیتیں بھی موجود ہیں بشرطیکہ داعیان حق ہمت و عزم سے کار دعوت انجام دیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ دعوتِ حق کے راستے میں رکاوٹیں اور مزاحمتیں نہیں ہیں مزاحمتیں ہیں اور اس قدر شدید ہیں کہ عام حالات میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ ان دشواریوں اور صعوبات کی موجودگی کو اہل حق کی پسپائی

Marfat.com

اور بے عملی پر منتج نہیں ہونا چاہیئے کہ ابھی تک خیر وشر اور حق و باطل کے فیصلہ کن معرکہ کا آغاز نہیں ہوا ہے اور نہ ہی میری نظر میں دشواریاں اور صعوبتیں فرار کا باعث بن سکتی ہیں کیونکہ جہاں چیلنج ہو اور معرکہ درپیش ہو وہاں فرار نہیں ہے بلکہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا
لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا
رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ

(آل عمران : ۱۷۳-۱۷۴)

جن کو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو، سو تم ان سے خطرہ کرو پھر ان کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔ پھر چلے آئے اللہ کے احسان سے اور فضل سے کچھ نہ پہنچی بُرائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری خیال کرتا ہوں کہ آزمائشیں، مصائب اور مشکلات راہ حق پر مزید ثبات عطا کرتی ہیں اور داعی کو یہ موقعہ فراہم کرتی ہیں کہ وہ پچھلی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نظر کرے اور تجربات اور واقعات کی روشنی میں از سر نو اپنے آپ کو کار دعوت کے لئے تیار کرے۔

حضرت نوحؑ نو سو پچاس برس تک دعوت حق دیتے رہے اور مصائب برداشت کرتے رہے اور یہ درس دیتے رہے کہ ناکامی ہمتوں کو پست نہیں کرتی بلکہ مزید جد و جہد اور سعی و کاوش پر آمادہ کرتی ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ
نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

Marfat.com

لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ط

(یوسف : ١١٠)

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا تھا پہنچا ان کو مدد ہماری، پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا۔ اور پھیری نہیں جاتی آفت ہماری گنہگار سے البتہ ان کے احوال سے، اپنا حال قیاس کرتا ہے عقل والوں کو۔

آج اسلام کو جو معرکہ درپیش ہے اس میں ایسے افراد کار کی ضرورت ہے جن کی زندگی اسلام کے لئے وقف ہو، جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہے ہوں اور اسلام ہی کے لئے زندہ ہوں آج جبکہ اہل ضلالت و باطل اپنے گمراہ اور باطل افکار و نظریات کے لئے لامتناہی جدوجہد کر رہے ہیں اور ان نظریات کی خاطر ہر طرح کی جانی و مالی قربانیاں دے رہے ہیں، اس صورتحال کے پیش نظر ہمارے لئے یہ بات بے حد شرمندگی کا باعث ہے کہ ہم اسلام کے لئے جدوجہد نہ کریں، ہمیں حق پر غیرت نہ آئے اور ہم اللہ کی دی ہوئی ہدایت کی خاطر جانی اور مالی قربانیاں نہ دیں

اُولٰٓئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلَى الۡجَـنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ (البقرہ : ٢٢١)

وہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو شاید وہ چوکس ہو جاویں۔

ایسے مسلمان افراد جن کی زندگی کے لمحات اسلام کی ہدایات کے برخلاف گزرتے ہیں، جو اپنے شب و روز میں کسی وقت اسلام کے لئے پریشان نہیں ہوتے، اور جو اسلام کی جدوجہد کا کوئی اشتیاق و جذبہ نہیں رکھتے ظاہر ہے کہ ان کی ذات سے کوئی امید وابستہ نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ ان کے ہاتھوں اسلام کی نصرت کی توقع قائم کی جا سکتی ہے۔

ذرا دیکھئے کہ داعیان حق اور عاملین میں بے عملی کے اصل بواعث کیا ہیں؟

Marfat.com

## مرکز اثر انگیزی

انسانی وجود میں قلب ہر اثر انگیزی کا مرکز ہے کہ داعی کے قلب پر ہر ہدایت و توجیہ کا اثر ہوتا ہے اور حتیٰ کہ افکار میں بھی قلب عقل کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ (الحج: ۴۶)

کیا پھرے نہیں ملک میں جو ان کو دل ہوتے جن سے بوجھتے یا کان ہوتے جن سے سنتے سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں۔

ایمان بھی قلب کی اثر انگیزی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے زندگی، حرارت اور نتیجہ خیز عملی جدوجہد وجود میں آتی ہے اور جس قدر قلب میں حرارت ایمانی کم ہوتی جاتی ہے اسی قدر انسان کا عمل کمزور پڑتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بالکل بے عمل ہو جاتا ہے۔

قلب کی اس شدید حساسیت اور اثر انگیزی کے پیش نظر قلب توجہ خاص ضروری ہے قلب کی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں اس میں اشراق، ضیا اور صفاء کی صلاحیت ہے، وہاں وہ تاریکی دھندلاہٹ اور زنگ کو بھی فوراً قبول کرتا ہے، اس لئے داعی حق کو چاہیئے کہ اپنے قلب کی حالت پر خاص نظر رکھے اور شب و روز کے کسی حصہ میں غافل نہ ہو اور ہمہ وقت اس کے اشراق ضیا اور صفا کے عمل میں مصروف رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"قلوب پر زنگ آجاتا ہے اور یہ زنگ استغفار سے دور ہوتا ہے۔"

داعیان اسلام کو مکائد شیطانی سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اس لئے ان کے قلوب کو صفائی اور اشراق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس صفاء باطن اور اشراق قلب ہی کی بنا پر وہ اپنے وجود کی شعاعیں مخاطب دعوت پر منعکس کر سکتے ہیں، اور قلب ہی کے حکم کے مطابق اس کے تمام اعضاء عمل کریں گے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ

Marfat.com

'انسان کی آنکھیں اس کی راہبر اس کے کان اس کے مطیع، اس کی زبان اس کی ترجمان، اس کے ہاتھ اس کے بازو اس کے پیر اس کے پریدا اور اس کا قلب اس کا بادشاہ ہے کہ قلب جو حکم دیتا ہے اعضاء اس کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں۔'

قلب کی جانب توجہ مستقل اور دائمی ہونی چاہیئے اور اسے ہر شر کے مقابلہ کے لئے تیار رکھنا چاہیئے کہ شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور صفائے قلب کا ذریعہ اخلاص عبادت ہے اور بالخصوص رات کی عبادت میں اخلاص اور آیات الٰہی میں غور وفکر اور تلاوت صبح

اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً

(الاسراء: ۷۸)

بیشک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

اور اللہ کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی کرنا اور موت کے بارے میں سوچنا اور اس کی تیاری کرنا، یہ تمام صفائے قلب کے ذرائع ہیں ان کو اختیار کرنا تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے، چنانچہ فرمان نبوت ہے کہ

'اگر شیطان ابن آدم کے قلب کے چکر نہ لگاتا ہے تو ابن آدم ملکوت سماوات کو دیکھ سکتا ہے۔'

بہر حال قلوب میں سختی اور نرمی کے ہر دو پہلو موجود ہیں اور اطاعت رب قلب میں نرمی پیدا کرتی ہے جبکہ معصیت سختی پیدا کرتی ہے۔

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ (الحدید: ۱۶)

(پھر اس حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل خوب ہی سخت ہو گئے۔

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (البقرہ: ۷۴)

ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت

Marfat.com

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المطففین:۱۴)

ہرگز (ایسا) نہیں بلکہ (اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

حضرت ابن المبارک کے اشعار ہیں۔

رایت الذنوب تمیت القلوب
وقد یورث الذل ادمانها
وترك الذنوب حیاة القلوب
وخیر لنفسك عصیانها

(گناہوں سے دل مردہ ہو جاتے ہیں اور مسلسل گناہوں کا ارتکاب انسان کو ذلیل کر دیتا ہے گناہوں کے ترک سے دلوں کو تازگی ملتی ہے اور تیرے نفس کے لئے گناہوں کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

"دلوں پر فتنے اس طرح پے در پے وارد ہوتے ہیں جس طرح چٹائی میں ایک ایک پٹی اوپر آتی جاتی ہے، جو قلب اسے قبول کر لیتے ہیں ان میں سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو قلب اس سے انکار کرتے ہیں ان میں ایک نکتہ سیاہ پیدا ہو جاتا ہے بالآخر بعض قلب اس قدر شفاف و سپید ہو جاتے ہیں کہ کبھی کوئی فتنہ ان پر اثر انداز نہیں اور بعض قلب اس قدر سیاہ ہو جاتے ہیں کہ ان سے معروف و منکر کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔"

داعی حق کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے قلب پر نظر رکھے اپنے تصرفات کا جائزہ لیتا رہے اور وسوسوں اور پوشیدہ احساس کو معمولی بات سمجھ کر نظر انداز نہ کرے کہ ایسے معمولی اعمال بھی کثرت کی بنا پر خطرناک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے کہ

"چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو کہ یہی گناہ جمع ہو کر باعث ہلاکت بن جاتے ہیں کسی شاعر نے اس مفہوم کو بڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے کہ۔

Marfat.com

لا تحقرن صغیرۃ ان الجبال من الحصی

(چھوٹے چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ سمجھو کہ کنکریاں جمع ہو کر ٹیلہ بن جاتی ہیں)

داعی کا قلب ایک شفاف آئینہ کی طرح ہونا چاہیئے جس میں اصول اسلام نقش ہوں جن سے خود بھی متاثر ہو اور دوسروں پر بھی اثر ڈالے اور صفات کریمہ اور اخلاق فاضلہ کو نشو و ارتقاء حاصل ہو اور اس کی عملی زندگی میں اسلامی احکام جاری و ساری ہوں۔

داعی کو اسلام کے جملہ احکام اور ہدایات کے بارے میں ہر وقت یہ احساس رکھنا چاہیئے کہ وہ خود ہی ان احکام کا مخاطب ہے اور اسلام اس کے لئے ایک قائد کی طرح ہو کہ ادھر سے احکام مل رہے ہوں اور ادھر سے سپاہی ان کی تعمیل کر رہا ہو۔

اس طرح داعی اپنی زندگی کی تعمیر کرے تو اسے اسلام کی ہر ہدایت پر عمل کرنے میں ایک لذت محسوس ہونے لگے گی۔

## مرکز قیادت عقل

داعی کی زندگی میں دعوت کے عملی اثرات مرتب ہونے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی فکر میں پختگی، اس کی فہم میں گیرائی، اور اس کے علم میں گہرائی ہو، کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کم علم دیندار حضرات تعلیمیافتہ اہل باطل کے سامنے مات کھا جاتے ہیں۔

انسان کا قلب سے براہ راست تعلق ہے اور قلب جس خیر و شر سے متاثر ہوتا ہے اس سے انسان بھی متاثر ہوتا ہے اور مفاہیم و افکار کی دنیا میں قلب عقل سے وابستہ ہے عقل کی اہمیت اس امر سے واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے انسان کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی ہے اور اسلام نے مجنون فاتر العقل اور پاگل کو جوابدہ نہیں قرار دیا ہے۔

اگر داعی حق محض قلب پر توجہ رکھے اور عقل سے صرف نظر کرے تو اس کے پاس عقل کا ٹھیا باقی نہیں رہے گا۔ اور اگر عقل پر دار و مدار رکھے اور قلب کو ساتھ نہ رکھے تو استقرار اطمینان اور ثبات کے عوامل ختم ہو جائیں گے یغرض کمال دعوت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک داعی قلب و نظر میں ہم آہنگی نہ پیدا کرے۔

Marfat.com

داعی کے لئے عبادت، مراقبہ، ذکر وفکر، موت کی یاد اور تصور آخرت بے حد ضروری امور ہیں اور اسی طرح اس کے لئے مطالعۂ فقہ و علوم دینی اور تحریر و تقریر کا ملکہ لازمی خصوصیات ہیں، در حقیقت داعی کے علم و فکر میں اس قدر وسعت و گہرائی ہونی چاہیئے کہ وہ ہر موقع پر اور ہر ماحول میں دعوتی فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے سکے اور بالخصوص دور جدید میں تو داعی حق کا آشنائے علوم ہونا اور بھی ضروری ہوگیا ہے کہ اسلام کو آج بے شمار فکری، نظریاتی اور علمی چیلنج درپیش ہیں اور ان سے واقفیت داعی کے لئے ناگزیر ہوگئی ہے ظاہر ہے کہ محض بے دلیل خطابت کے زور پر ان تحدیات سے نبرد آزما ہونا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی صرف جوش و ولولہ کے اظہار سے اسلام کے موقف کی تائید کی جا سکتی ہے۔ بلکہ لازمی ہے کہ دلیل کے مقابلہ میں دلیل پیش کی جائے، فکر کے مقابلہ میں بہتر فکر لائی جائے اور نظریہ کا جواب اس سے خوب تر نظریہ سے دیا جائے تاکہ مادیت کے کھوکھلے دعاوی سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں۔ اور اسلام کی حقانیت قلوب میں راسخ ہو جائے۔

داعی کو کار دعوت میں قرآن کریم اور سیرت نبویؐ کو اپنا مطمع نظر بنانا چاہیئے اور اسی سے تبلیغ عقلی اسالیب دریافت کرکے اسلام کے مدمقابل نظریات کا توڑ کرنا چاہیئے۔

غرض داعی حق کی تیاری اس معیار کی ہونی چاہیئے جس معیار کی تیاری آج کے دور میں تحریک اسلامی کے لئے ناگزیر ہے، یعنی اس کی ذات روحانی قوت، سلامت فکر اور حسن اخلاق کا حسین پیکر ہو اور اس طرح اس کی شخصیت اس قدر جاذب بن جائے کہ لوگ اس سے خود بخود متاثر ہوتے چلے جائیں۔

Marfat.com

# داعیان اسلام اور خطرات

اس مقام پر میری مراد ان خطرات سے نہیں ہے جو دعوت اسلام کو دشمنوں کی جانب سے درپیش ہیں کہ یہ خطرات بہت معمولی ہیں بلکہ میری مراد ان خطرات سے ہے جو خود داعی کو اپنے نفس اور اس کے انحرافات کی وجہ سے درپیش ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر داعی کا نفس عیوب و امراض باطن سے محفوظ ہے تو ظاہری اعداء اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ کا فرمان ہے کہ

اپنے آپ کو معاصی سے اس سے زیادہ بچاؤ جتنا تم اپنے آپ کو اپنے دشمن سے بچاتے ہو کیونکہ گناہ کا لشکر، لشکر اعداء سے زیادہ مہلک ہے کہ مسلمانوں کو نصرت حاصل ہی اسی بنیاد پر ہوتی ہے کہ وہ رب کے فرمان بردار (مسلم) ہوتے ہیں اور ان کے دشمن رب کے نافرمان۔ جب تک تم اللہ کے احکام کی تعمیل میں رہتے ہو تمہاری حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے راہ خدا میں اللہ کی نافرمانی کے ارتکاب سے احتراز کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ دور جدید میں کلمۂ حق کہنے والے کے سامنے بے شمار رکاوٹیں موجود ہیں کہ بیسویں صدی کی جاہلیت نے فضیلت و شرف اور خیر و بھلائی کے ہر مفہوم کو پامال کر کے رکھدیا ہے بیسویں صدی کی اس جدید جاہلیت کا چہرہ ہر جاہلیت سے زیادہ تاریک ہے، اس میں گمراہی کے اسباب ہر جاہلیت سے زیادہ موجود ہیں اور اس میں خدا کی نافرمانی اور بغاوت کا رجحان تاریخ کی ہر جاہلیت سے زیادہ شدید و ہمہ گیر ہے۔ یہ جاہلیت مادیت کی سڑی ہوئی گندی جاہلیت ہے اس میں انسان مادیت کی گندگی میں سر سے پیر تک دھنس کر رہ گیا ہے۔ اب انسان صرف اس لئے زندہ ہے کہ پیسہ کما کے اور اپنی ذات کے لئے اسباب عیش فراہم کرے جو کچھ سوچے تو وہ اس مقصد کے لئے، تعلیم حاصل کرے تو اس مطلب کے لئے اور لوگوں سے روابط و مراسم رکھے تو اس لئے رکھے کہ یہ مراسم مادی طور پر اس کے لئے نفع بخش ثابت ہوں گے مادیت نے انسان کو اندھا بہرا کر

Marfat.com

دیا ہے اور اب اس کی مثال اس کتے کی سی ہے۔ جسے اگر نہیں ملتا تو وہ ملنے کے لئے بھونکتا ہے۔ اور اگر مل جاتا ہے تو زیادہ ملنے کے لئے بھونکتا ہے۔

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ج (الاعراف : ۱۷۶)

تو اس کا حال جیسے کتا۔ اس پر تو لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلائیں ہماری آیتیں۔

ظاہر ہے کہ اس ماحول اور اس فضا میں کار دعوت کی انجام دہی کے لئے داعی حق کے ایمان و اخلاق کو بہت بلند معیار ہونا چاہیئے اور اس کی فکر رسا ہونی چاہیئے اور اسے ہر طرح کار دعوت کی کامیابی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہیئے۔

## مزاحمت کے پہلو

اس دور میں داعی کے لئے سب سے بڑا خطرہ خود اس کی ذات ہے کہ خود داعی کی جاہلی معاشرے کے خلاف قوت مزاحمت کمزور ہو جائے اور وہ صورت حال کو امر واقع کے طور پر تسلیم کر لے اور اسلام میں پیوندکاری کی روش کو قبول کر لے اور اس تساہل کی وجہ سے مخالفین کو یہ موقعہ مل جائے کہ وہ اسلام کے حقیقی مسلمات کو ہدف بنالیں اور اسلامی فکر و عمل کے دائرے سے نکل جائیں۔

چونکہ دور جدید میں داعی کی ذمے داریاں بہت زیادہ ہیں اور سخت آزمائشیں سامنے ہیں اس لئے اس پر لازمی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی عقل کو غیر اسلامی امور سے محفوظ رکھنے کی تندہی کے ساتھ سعی کرے۔

## اسلامی شخصیّت

اسلامی شخصیت سازی کا عمل ہر کام پر مقدم ہونا چاہیئے کہ تحریک اسلامی کے فروغ میں اسلامی شخصیت کا وجود اساسی حیثیت رکھتا ہے اور تحریک اسلامی کے لئے داعیان اور کارکنان

Marfat.com

کی ضرورت ہے۔ اور داعیان حق اس وقت تک اپنے فرائض دعوت پوری طرح انجام دے سکتے جب تک ان کی شخصیت اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل نہ پائے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان امور کا جائزہ لیں جن سے اسلامی شخصیت تشکیل پاتی ہے

## اسلامی عقلیت

اسلامی عقلیت، اسلامی شخصیت کے لئے لازمی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ تفکیر اسلامی کا صحیح ملکہ ہو اور کائنات انسان اور زندگی کے بارے میں صحیح اسلامی تصور ذہن میں راسخ ہو چکا ہو اور افکار، احکام، محسوسات اور مغیبات سب صحیح اسلامی اقدار کے تابع ہو چکی ہوں۔

غرض اسلامی عقلیت کا مفہوم یہ ہے کہ داعی حق کی طبیعت میں یہ امر راسخ ہو چکا ہو کہ وہ ہر معاملہ کو اسلام کی روشنی میں دیکھے اور اس کی نظر میں ہر مسئلہ اور ہر امر کی کلید اسلام ہو۔ کیونکہ بسا اوقات داعیٔ کے فہم و تصور میں فرق انحراف عن الحق کا باعث بن جاتا ہے۔

اسلامی عقلیت کے لئے ان عوامل کا موجود ہونا ضروری ہے۔

**اول** : کتاب و سنت کا ایسا صحیح فہم جس سے اس کے ذہن میں انسانی زندگی کے خطوط واضح ہو جائیں۔

**دوم** : فکر اسلامی کے مقاصد کا مکمل ادراک اور اس کو عمل کا اخلاقی محرک تصور کرنا کہ دنیا کی زندگی میں انسان کا ہر عمل اس کے تابع ہو اور یہ کہ یہ محض نظریات نہیں ہیں بلکہ واقعی ایجابی اصول ہیں جن سے اسلامی شخصیت کی تشکیل میں گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

**سوم** : اسلامی تصور کا پورا اور مکمل استیعاب، اس طرح کہ کوئی پہلو نظر انداز نہ ہو کہ اسلام کے کسی پہلو کو نظر انداز کر دینے سے بڑے خطرناک انحرافات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ عقل کو فکری غذا میسر آتی رہے تو اس کا فطری نشو و نما جاری رہتا ہے اور اگر اس میں کمی واقع ہو تو نشو و ارتقاء کا سلسلہ رک جاتا ہے۔

ڈاکٹر صبری قبانی لکھتے ہیں کہ تنوع ابحاث دماغ پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے جبکہ ایک ہی نہج کی فکر ذہن کو تھکا دیتی ہے جس طرح اگر کان میں ایک ہی نغمہ پڑتا ہے تو کان تھک جاتا ہے

Marfat.com

اور جس طرح پیر کے عضلات سخت چڑھائی اور بے حد نشیب سے تھک جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے دماغ کو متنوع قسم کے افکار و علوم سے آشنا کراتے رہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ روحانی اور ادبی مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں ان کی طبیعت میں علیحدگی پسندی پیدا ہو جاتی ہے اور محض عقلی بحثوں میں الجھے رہنے والے افراد اعصابی اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

عقل کے توازن گہرائی اور گیرائی میں معرفت علم اور ثقافت کے مختلف پہلو مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلامی عقلیت کے صاف اور واضح اسلامی فکر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام عالم پر اسلام کے نقطہ نظر سے نظر ڈالی جائے اور دنیا کے ہر مسئلہ کو اسلام کی روشنی میں دیکھا جائے اور اس کو اصول و قواعد پہ پرکھا جائے۔

## اسلامی نفسیات

اسلامی نفسیات فکر اسلامی کے انفرادی زندگی پر اثر انداز ہونے کا ایک انعکاس ہے۔ کیونکہ انسان کے میلانات اور جذبات اس کے فکری تصورات سے گہرا رابطہ رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ داعی کے میلانات اور جذبات کا اسلامی تصورات کے تابع ہو جانا اسلامی نفسیات ہے اور تمام مفاہیم و افکار کا عمل و اخلاق کی صورت میں ظاہر ہونا اسلامی نفسیات ہے اور عقلیت اور نفسیت اور فکر و عمل میں عدم ارتباط کو اسلام نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف : ۲)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے۔

نفس کو اسلامی اصولوں کا پابند بنانے کے لئے درج ذیل عوامل کو زیر تربیت لانا ضروری ہے:

Marfat.com

# عدم افراط وتفریط

اسلام نے نفس انسانی کو متناسب و موزوں منہاج کے مطابق، فطرت سے ہم آہنگ رکھنے کی تعلیم دی ہے تاکہ روحانی، عقلی اور جسمانی پہلوؤں کو بغیر کسی افراط و تفریط کے تحفظ حاصل ہو۔

اسی اساس پر نفس کو تربیت دینا اس کی طبعی نشو و نما کے لئے اور فطری ارتقاء کے لئے ضروری ہے یعنی روحانی پہلو میں اسراف ایسا ہی ہے جیسا کہ جسمانی پہلو میں اسراف ہے کہ کسی بھی پہلو میں اسراف شخصیت کو اسلامی اصولوں کے مطابق استوار کرنے کے منافی ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے یہاں تشریف لے گئے ان کی اہلیہ آپ کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتی تھیں، آپ نے استفسار کیا ام عبداللہ کیا حال ہے وہ بولیں میں کیسی ہوں گی۔ عبداللہ بن عمرو نے تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے آپ نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ وہ بولیں وہ رات کو سوتے نہیں ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور گوشت نہیں کھاتے اور اہل خانہ کا حق ادا نہیں کرتے آپ نے پوچھا، کہ اب کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ باہر گئے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے ابھی آ جائیں، آپ نے فرمایا، جب آئیں تو میرا کہہ کر روک لینا، غرض عبداللہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس آئے اور آپ نے ان سے پوچھا یہ تمہارے بارے میں کیا سنا کہ تم سوتے نہیں ہو، انہوں نے عرض کی میں اس لئے آرام نہیں کرتا تاکہ قیامت کی ہولناکی میں آرام سے رہوں، آپ نے فرمایا کہ تم مسلسل روزے رکھتے ہو اور افطار نہیں کرتے انہوں نے کہا اس لئے کہ مجھے جنت میں اس سے اچھی بیویاں ملیں گی آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو، تمہارے لئے ذات نبوت اسوۂ حسنہ ہے اور اللہ کا رسول روزہ بھی رکھتا ہے۔ اور افطار بھی کرتا ہے، گوشت بھی کھاتا ہے۔ اور ازواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہے۔ اے عبداللہ تم پر اللہ کا بھی حق ہے تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔

داعیٔ حق ہر وہ عمل کرتا ہے جو اس کے قلب کی اصلاح و تزکیہ کا موجب ہو اور اپنے نفس کے مراقبہ اور محاسبہ سے غفلت نہیں کرتا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو موت کے بعد کی تیاری کرے اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے

Marfat.com

اور عاجز وہ ہے جو ہوائے نفس کی اتباع کرے اور اللہ سے آرزو ئیں باندھے۔

اسی جانب حضرت عمرؓ نے اشارہ فرمایا ہے کہ

"اپنے نفوس کا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور ان کو متوازن کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے اور اصل مقصد عظیم کی تیاری کرو۔"

لیکن اس کے ساتھ ہی خدا کی دی ہوئی طیب و حلال اشیاء سے مستفید ہونا چاہیئے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (الاعراف: ۳۲)

تو کہہ۔ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (الاعراف: ۳۳)

تو کہہ۔ میرے رب نے منع کیا ہے سو بے حیائی کے کام جو کھلے ہیں ان میں اور جو چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کی،

بلاشبہ نفس برائی کا بہت حکم دینے والا ہے اور اس کو تربیت کی اور برائیوں سے روکنے کی ضرورت ہے لیکن جس طرح نفس کے واجبات ہیں اسی طرح اس کے حقوق ہیں کیونکہ فرمان الٰہی ہے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: ۲۸۶)

اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے۔

سید قطب شہیدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں انسان انسان ہے وہ نہ حیوان ہے نہ فرشتہ ہے اور نہ شیطان، اسلام انسان کی جملہ صلاحیتوں اور تمام کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور اس کو جذبات و میلانات کا حامل جسم و فہم و عقل کا حامل ذی شعور اور روح کا حامل

Marfat.com

وجود قرار دیتا ہے، اس پر وہی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے جن کی اس میں قدرت موجود ہے۔

اسی لیۓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی پہلو میں تفریط سے اور افراط سے منع فرمایا چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میرے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں پوچھا یہ کون ہے، میں نے کہا کہ یہ فلاں ہیں نماز یاد کر رہی ہیں، آپ نے فرمایا حسب طاقت کرو کہ اللہ۔ اس وقت تک ثواب دیتا رہے گا جب تک تم اکتا کر عمل نہ چھوڑ دو اس لیۓ اپنی حسب استطاعت ایسا عمل کرو جس کو ہمیشہ کر سکو۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین آسان ہے اور جو دین میں غلو کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا اس لئے درمیانی راہ اختیار کرو اور خوش خبری حاصل کرو صبح و شام اور رات کے عمل سے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اپنے فرصت کے اوقات میں اللہ کی عبادت خوش دلی کے ساتھ کرو" تاکہ تمہیں عبادت میں لذت حاصل ہو اور اکتاہٹ محسوس نہ ہو اور اصل مقصد حاصل ہو جائے جیسے مسافر مقررہ اوقات میں سفر کرتا ہے اور کچھ وقت خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کو بھی آرام کرنے دیتا ہے اور اسی طرح منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

اور یہ فرمان نبوت ہے کہ

تیز رفتاری سے چلنے والا نہ تو اپنا سفر پورا کر پاتا ہے اور نہ اس کی سواری باقی رہتی ہے۔

نفس پر ایسے امور کا بوجھ ڈالنا جو طبیعت کے برخلاف ہوں اور ایسی خصلتوں کا برتنا جو اس کا حصہ نہ ہو نفس پر گراں ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ آغاز میں طبیعت اس بوجھ کو برداشت کرلے لیکن بالآخر اکتا جائے گی، اس لیۓ دانائی کا طریقہ یہ کہ نفس کو بالتدریج عادت ڈالی جائے اور بتدریج منزل کی جانب سفر کیا جائے۔

## حقیقت اخلاص

جب تک خلوص نہ ہو داعیٔ حق اسلامی خصائل میں کمال حاصل نہیں کر سکتا بلکہ ہوائے نفس کی غلامی سے رہائی کے لئے خلوص نیت اور محض اللہ کا ہو رہنا ضروری ہے کہ جو شخص راہِ حق میں

Marfat.com

میں رکاوٹ بن رہی ہو اسے ترک کر دے، اگر مال راہ حق میں رکاوٹ بنے تو اسے ترک کر دے اور اگر خواہش نفس رکاوٹ بنے تو اس سے احتراز کرے۔ کیونکہ مالدار وہ ہے جس کا نفس مالدار ہو باعزت وہ ہے جو خدا کے نزدیک باعزت ہو اور بیوی اس لئے ہے کہ احصان حاصل ہو اور انسان اطاعت رب کے لیئے آمادہ ہو سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد کون ہے آپؐ نے فرمایا۔ جس کو موت اور مرنے کے بعد جسم کا فنا ہو جانا یاد ہو، فانی اشیاء پر باقی رہنے والی اشیاء کو ترجیح دے اور اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کرے۔

آپؐ نے فرمایا کہ دنیا کا زہد فکر آخرت کی مفتاح ہے۔

ابن السماک سے منقول ہے کہ زہد یہ ہے کہ دنیا ملے تو خوشی نہ ہو اور دنیا چھنے تو غم نہ ہو لوگوں کے درمیان بیٹھے تو خندہ رو ہو اور خلوت میں بیٹھے تو چشم گریاں ہو۔

یہ اسلامی شخصیّت کی چند علامات، خصوصیات اور صفات ہیں جو ہم نے مختصراً یہاں درج کر دی ہیں۔

Marfat.com

# اسلوب دعوت

متعدد عوامل ہیں جو دعوت کی کامیابی میں موثر ثابت ہوتے ہیں اور دعوت کو ہر ماحول میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں اور ان سے کار دعوت فروغ پاتا ہے۔

## عمدہ اسلوب

عمدہ اسلوب دعوت کی کامیابی کا ایک عامل ہے جس کو اختیار کر کے داعی کا وقت اور محنت بچتے ہیں اور کم تکالیف سے جلد ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور داعی کو دعوت و تبلیغ کے مختلف مراحل میں خطابت بحث و تمحیص اور گفتگو میں اور سیاسی اور اجتماعی اعمال میں اسلوب حسن کی ناگزیر ضرورت ہے۔

عمدہ اسلوب کو اختیار کرنے کے لئے داعی کو ضروری ہے کہ وہ جس جگہ اور جس علاقہ میں کام کر رہا ہو اس سے بخوبی واقف ہو اور وہاں کے مسائل اور مشکلات سے بخوبی آشنا ہو، وہ ایک ایسے طبیب ماہر کی طرح ہو جسے مرض کے پیدا ہونے اور اس کے بڑھنے کے اسباب کا علم ہو اور جو اس کے علاج سے بخوبی واقف ہو۔

اسی طرح داعی کو علم ہونا چاہیئے کہ امراض روحانی کے اسباب کیا ہیں اور ان کا علاج کیا ہے اور اس سلسلے میں اسے کیا اقدام کرنا چاہیئے تاکہ اس کے اعمال ناکام تجربات کا ایک سلسلہ نہ بن جائے اور آج کے معاشرے میں تو اس علم و بصیرت کی زیادہ ہی ضرورت ہے کیونکہ مختلف نظریات اور تصورات لوگوں کے سامنے بے حد دلکش طریقے پر پیش کئے جاتے ہیں اور لوگوں کے مسائل اور مشکلات کے نام نہاد حل کے بہانے ان کے فکر و نظر پہ ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اس لئے لازمی ہے کہ داعیان اسلام پوری توجہ اور انہاک سے کار دعوت کو انجام دیں اور اسالیب دعوت کو ملحوظ رکھیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ مزدوروں اور کارکنوں کو کس طرح دعوت اسلام دی جائے اور اہل دانش و فہم کو کس طرح مخاطب کیا جائے کیونکہ فرمان نبوت ہے کہ

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے ان کی عقول کے مطابق بات کروں"

آج کے دور میں اسلام کے لئے ایسے داعیان حق کی ضرورت ہے جو خوش اسلوبی سے اپنے افکار اور اصولوں کو پیش کریں، اسلام کی محبت پیدا کریں اس کے عقائد کی توضیح کریں اور ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے لوگوں میں بیزاری اور اسلام کو سمجھنے میں دشواری پیدا ہو" اور اس اعتبار سے کار دعوت بے حد اہم ہے اور اس کے لئے بڑی لیاقت اور حکمت کی ضرورت ہے"

## معتدل رویہ

انسانی فطرت یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ احسان کرے انسان اس کی جانب مائل ہوتا ہے۔ جبکہ سختی، تندی اور شدت نفرت پیدا کرتی ہے اور دین کے معاملہ میں سختی سے بیزاری پیدا ہوتی ہے اور گناہ پر اصرار کا جذبہ بیدار ہوتا ہے کار دعوت میں نرمی اختیار کرنی چاہیئے اور نرمی سے مقصود مداہنت ریا اور نفاق نہیں ہے بلکہ پر وقار اور نرم گفتاری کے ساتھ ایسے اسلوب میں کلمہ حق پہنچانا ہے کہ اس سے قلوب کھل جائیں اور شرح صدر ہو جائے بالخصوص جبکہ دعوت کا مخاطب خود مسلمان ہو تو زجر اور سختی بالکل درست نہیں ہے۔

قرآن کریم نے فرعون کو نصیحت کرنے کے لئے بھی نرم گفتاری کی تاکید فرمائی۔

اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰه : ۴۳)

جاؤ طرف فرعون کے اس نے سر اٹھایا۔ سو کہو اس سے بات نرم، شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے۔

اس کے علاوہ قرآن و سنت میں دعوت حسنہ کے لئے ایسی ہدایات موجود ہیں جن سے

Marfat.com

لازمی طور پر نرمی اور رفق کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ
الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْہُمْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ ط
اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ
وَہُوَ اَعْلَمُ بِالْمُہْتَدِیْنَ (النحل : ۱۲۵)

بلا اپنے رب کی راہ پر، پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔ تیرا رب بہتر جانتا ہے جو بھولا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں۔

ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر مناظرہ اور مباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو بہت عمدہ طریقے پر نرمی سے اور حسن خطاب کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

سورۃ آل عمران میں نرمی گفتار کے فوائد یہ بتائے کہ اس سے دعوت کے انصار اور مؤیدین میں اضافہ ہوگا۔ دعوت کو فروغ ہوگا اور لوگ دعوت حق کی جانب مائل ہوں گے۔

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَہُمْ وَلَوْ کُنْتَ
فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ

(آل عمران : ۱۵۹)

سو کچھ اللہ کی مہر ہے جو تو نرم دل ملا ان کو۔ اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اس آیہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ قدیم کتب سماوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی وصف مروی ہے کہ آپؐ تند خو، بدخلق اور بازار میں زور سے بات کرنے والے نہ ہوں گے اور نہ ہی آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ آپؐ معاف فرمائیں گے اور درگزر کریں گے۔

سیرت النبیؐ میں آپ کی تبلیغ اور حکمت کے ساتھ موعظہ حسنہ کی بے شمار مثالیں مذکور ہیں، چنانچہ حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

Marfat.com

اور بولا کہ کیا رسول اللہ آپ مجھے زنا کی اجازت دیں گے، آپؐ نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ، وہ آکر آپ کے قریب بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا کیا اپنی ماں سے ایسا خیال دل میں لاسکتے ہو، اس نے کہا نہیں آپ پر قربان ہو جاؤں آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح کوئی بھی شخص اپنی ماں کے بارے میں ایسا خیال دل میں نہیں لاسکتا۔ پھر کیا تم اپنی بیٹی کے بارے میں تصور کر سکتے ہو، اس نے کہا نہیں، میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں، آپؐ نے فرمایا اسی طرح سب لوگ اپنی بیٹی کے بارے میں ایسا تصور نہیں کرتے تو کیا تم اپنی بہن کے بارے میں ایسا سوچتے ہو۔ ———— غرض اسی طرح آپؐ نے پھوپھی اور چچی کے بارے میں پوچھا اور اس نے وہی جواب دیا کہ نہیں میں آپؐ پر قربان ہو جاؤں، آخر میں حضورؐ نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھا اور فرمایا اے اللہ اس کا قلب پاک فرما دے، اس کے گناہوں کو معاف فرما دے اور اس کی فرج کی حفاظت فرما۔ کہ کوئی شے اس کی نظر میں زنا سے زیادہ مبغوض نہ رہے۔ (احمد)

داعی حق کو چاہیئے کہ اسلام کی ہدایات کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کے اسلوب دعوت میں تنوع اختیار کرے اور وقت اور زمانہ کے لحاظ سے وسائل، اسلوب اور زبان اختیار کرے اور تمام جائز ذرائع اختیار کر کے اسلام کی دعوت کو خوب سے خوب تر صورت میں پیش کرے کیونکہ فرمان نبوتؐ ہے۔

"حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں سے ملے وہ اسے لے لے"

اور فرمایا کہ

"حکمت لے لو خواہ کسی بھی جگہ سے ملے"

## مقصد کی وضاحت

داعی حق کے سامنے اگر مقاصد دعوت واضح ہوں اور اسے ان مقاصد کا پورا ادراک حاصل ہو تو اسے اسلوب حسن اختیار کرنے میں مدد ملے گی اور وقت میں کفایت ہوگی اور جد و جہد میں کمی ہوگی اور راہ حق روشن اور منور ہو جائے گی۔ اسی مفہوم کی جانب قرآن کریم نے فرمایا ہے "

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُولُوا
قَوْلاً سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ
وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب : ۷۰)

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی، کہ سنوار دے تم کو تمہارے کام اور بخشے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے، اس نے پائی بڑی مراد۔

غرض داعی حق کو اپنے ہر قدم سے آگاہی ہونی چاہیئے اور اپنے ہر عمل سے واقفیت ہونی چاہیئے اور تحریر و تقریر اور بحث و تبادلہ خیال کے مقاصد سے پوری طرح باخبر ہونا چاہیئے کیونکہ حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ بغیر علم کے عامل ایسا ہے جو راستے کے علم کے بغیر چل رہا ہو کہ ایسا عمل کرنے والا جس کو اپنے مقاصد عمل سے آگاہی نہ ہو وہ اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا کرے گا۔ چنانچہ کلمۂ حکمت ہے کہ جو شخص راستے کے علم کے بغیر چلتا ہے وہ راستہ بھٹک جاتا ہے اور جو بغیر اصل کے کوئی رائے اختیار کرے گا۔ وہ لغزش کھا جائے گا۔

---

Marfat.com

# داعیانِ اسلام اور صلاحیتوں کا فرق

دعوت اسلامی کے کارکنوں کی صلاحیتوں میں بھی اسی طرح فرق ہوتا ہے جس طرح زندگی کے دوسرے میدانوں میں موجود لوگوں کی صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے اور اس فرق کا اظہار تنظیم اور اجتماعی عمل میں ہوتا ہے

## صلاحیتوں کا فرق اور اس کی صورتیں

صلاحیتوں کے اس فرق کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ داعی حق کے فہم و ایمان اور ضبط و تاثیر کی صلاحیتیں بہت عمدہ ہوتی ہیں اور ایسے افراد کی موجودگی دعوت میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کارکن دعوت میں بعض صلاحیتیں قوی ہوں اور بعض کمزور رہوں اور اس میں اپنے حالات کے تحت ایک مد و جزر کی کیفیت پائی جاتی ہو۔ اس طرح کے کارکنوں پر توجہ کی ضرورت ہے کہ ان کی مشکلات معلوم کی جائیں اور ان کے حل میں مدد کی جائے اور تحریک کے راستے میں چلنے میں جو دشواریاں ہوں انہیں دور کیا جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کارکن میں صلاحیتیں بالکل ہی معدوم ہوں اور ان سے فائدہ حاصل کرنا ممکن نہ ہو، یہ ارکان تحریک پر بوجھ ہوتے ہیں اور اس طرح کے کارکنوں پہ تحریک کو زیادہ محنت نہیں کرنی چاہیئے اور ان کی اصلاح میں بہت زیادہ وقت نہیں کھپانا چاہیئے۔

Marfat.com

## فرق کے عوامل اور اسباب

صلاحیتوں کے اس فرق کے لامحالہ متعدد اسباب اور کئی فطری ، موروثی اور اکتسابی عوامل ہوتے ہیں ۔ اکتسابی عوامل کے بھی کچھ بنیادی اسباب ہوتے ہیں اور ان عوامل کی اصلاح کرنا انسانی قدرت کے دائرہ میں آتا ہے ۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے بنیادی اسباب کی نشو و نما کی تشخیص کی جائے اور ضعف اور کمزوری کی اصلاح کی جائے اور صلاحیتوں کو ابھارا جائے اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا کیا جائے ۔

پہلے عامل کا تعلق اس امر سے ہے کہ اس کارکن کا دین کا فہم درست نہ ہو یا واضح نہ ہو یا نامکمل اور جزئی ہو ، ان کے فہم اسلام کی اصلاح کی جائے کیونکہ اسلام نے تفقہ فی الدین کی جانب توجہ دلائی ہے اور تاکید کی ہے چنانچہ فرمان نبوت[۲] ہے کہ

اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے ۔

دوسرے عامل کا تعلق کارکن کی بے عملی سے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کارکن عالم ہو مگر بے عمل ہو لوگوں کو دعوت دے مگر خود عمل نہ کرے ، قرآن کریم نے اس پر سخت تنبیہ کی ہے اور فرمایا ہے

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (البقرہ : ۴۴)

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو ؟ اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہیں بوجھتے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف : ۲-۳)

اے ایمان والو ! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے ؟
بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو ۔

تیسرے عامل کا تعلق اس امر سے ہے کہ کارکن کا اللہ سے تعلق کمزور ہو ، اس کے لئے

Marfat.com

ضروری ہے کہ داعی حق اس کی شخصیت کی تکمیل کرے اور اس کو غیر اللہ کی بندگی سے آزاد کرائے اس کا تزکیہ کرنے اور اس کو دین کے احکام پر عمل کرنے میں استقامت حاصل کرنے میں مدد دے چوتھے عامل کا تعلق اس امر سے ہے کہ کارکن کو اپنی خواہشات پر قدرت حاصل نہ ہو اور اس کی زندگی ہوائے نفس سے بھری ہوئی ہو، اس صورت میں کارکن کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس پر قدرت حاصل کرے اور نوازع شر سے مقابلہ کی قوت حاصل کرے اور شیطانی وساوس کا مقابلہ کرے اور اس فرمان الٰہی پر غور کرکے اس کی گہرائی کو ہمہ وقت مدنظر رکھے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

(فاطر: ٦)

تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے۔

سو تم سمجھ رکھو اس کو دشمن۔

اور فرمان نبوت ہے کہ

"شیطان انسان کے خون میں داخل ہو جاتا ہے"

Marfat.com

# عقائد اور حزبیت

فی الحقیقت ایک اسلامی تحریک ہونے کے اعتبار سے ہمیں مختلف مسائل اور امور میں اپنے تصورات کا جائزہ لینا چاہیئے اور تحریک اسلامی کے وجود کو اور اس کے طریقۂ عمل کو اور اس کے کارکنوں کو تمام جدید سیاسی اور گروہی تحریکات سے ممتاز ہونا چاہیئے۔

## حزبیت اور انسانیت

میری رائے میں تحریک اسلامی بڑی حد تک دورِ جدید کی پارٹی سسٹم کی فضا سے متاثر ہوئی ہے اور اس حد تک متاثر ہوئی ہے کہ بعض اوقات اسلامی تحریک کے اعمال اور اس کے اسالیب دیگر پارٹیوں کے سے تنگ نقطۂ نظر کے مشابہ ہو جاتے ہیں جو کسی حال میں بھی اسلام کی فراخ دلی اور انسانیت سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام کے لئے کوشش اور جدوجہد سیاسی پارٹیوں کے عمل سے قطعاً مختلف ہے اور اسلام بلحاظ عقیدہ اور بلحاظ اصول و قوانین کسی بھی طرح سیاسی پارٹیوں سے کوئی مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتا۔

اسلام کا ایک مخصوص عقیدہ ہے، اس کا ایک متعین مزاج ہے، اس کے اپنے خاص اصول ہیں، اس کے اپنے جداگانہ مقاصد و اہداف ہیں اور ظروف و حالات کو جانچنے اور پرکھنے کے اس کے اپنے معیار ہیں اور یہ سب امور اس قدر مستحکم ہیں کہ تغیرات زمانہ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

اسلام کا عقیدہ کائنات انسان اور زندگی کے بارے میں ایک متعین تصور دیتا ہے جس میں ایمان جھلکتا ہے اور جو اس حقیقت کا عکاس ہوتا ہے کہ پوری کائنات کا خالق اور مالک اللہ ہے اور انسان ایک ایسا ذمے دار اخلاقی وجود ہے جو اپنے خالق کے سامنے جوابدہ ہے اور خالق کی بندگی اس پر فرض ہے اور اسے خالق نے ایسی شریعت دی ہے جو اس کی حیات دنیا اور حیات آخروی کی ضامن ہے اسی شریعت کی تعمیل اور عدم تعمیل پر ثواب اخروی اور عذاب جہنمی مرتب ہوتا ہے اور یہ کہ انسان کا اللہ کی خلافت کا کارعظیم بڑا معزز کام ہے اور اسی معزز کام کی انجام دہی کے لئے خود حضرت انسان کو شرف و کرامت سے نوازا گیا ہے۔

چونکہ داعی حق ہر انسان کے لئے خیر کا خواہاں ہے اور چاہتا ہے کہ پیغام اسلام کی سعادت ہر انسان تک پہنچ جائے اس لئے داعی حق رنگ ونسل اور جماعت و گروہ کا کوئی تعصب اختیار نہیں کرتا یہ ایک جدید روح ہے جو امت کے جسم میں دوڑتی ہے اور وہ حق کو قبول کر لیتی ہے اور نور جہاں تاب ہے جس سے قلوب کے اندھیارے دور ہو جاتے ہیں اور راہ حق روشن ہو جاتی ہے۔

داعی اپنی جد وجہد اور اس کی جزاء میں اور عمل اور نتیجہ میں اسی قدر ارتباط محسوس کرتا ہے۔ جس قدر کہ اللہ سبحانہ کی رضا ہوتی ہے وہ دنیا میں حاصل ہونے والی کامیابیوں اور لوگوں کے اس سے خوش ہونے پر مسرور نہیں ہوتا اور دنیا کی ناکامیوں اور لوگوں کی ناراضگیوں پر بددل نہیں ہوتا بلکہ اسی اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔

اسلام داعیان حق کے اس مزاج کی تشکیل کرتا ہے اور ان میں لوگوں کے لئے فراخدلی پیدا کرتا ہے وہ ہر ایک کے لئے خیر کے داعی ہوتے ہیں اور مرکز ہدایت اور مینارۂ نور ہوتے ہیں اور اسی اساس پر وہ تمام احزاب اور پارٹیوں کے مزاج سے مختلف ہوتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
شَهِيْدًا ؕ (البقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل کہ تم ہو بتانے والے لوگوں پر اور رسول ہو تم پر بتانے والا

Marfat.com

اسلامی عقائد جو میدان عمل متعین کرتے ہیں ان کے دو پہلو ہیں۔

پہلا پہلو یہ ہے کہ داعی کے قلب میں مقصد دعوت بالکل واضح ہو تاکہ وہ کسی ہوائے نفس کے اس مقصد سے دور نہ ہوجائے، چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں یہاں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور صرف رضائے الٰہی کا طلبگار ہوں، آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تاآنکہ یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکھف : ۱۱۰)

پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے، سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی کا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ داعی جو طریقۂ دعوت اختیار کرے وہ شریعت کی رو سے درست اور روح اسلام کے مطابق ہو تاکہ اسلام کے لئے کی جانے والی جدوجہد میں کہیں کوئی انحراف نہ پیدا ہو، یعنی مقصد بھی صحیح ہو اور اس کے حصول کے ذرائع و وسائل بھی درست ہوں برخلاف دیگر جماعتوں اور احزاب کے کہ ان کے نزدیک حصول مقصد کے لئے ہر طرح کے وسائل کا اختیار کرنا درست ہے بلکہ دور جدید کی احزاب ہر مکروہ ذریعہ اور ہر ہر فریب وسیلہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرتی ہیں، جن سے اسلامی تحریک کو احتراز لازم ہے۔

## عقائد اور ذاتیت

اسلام عقیدہ پر زور دیتا ہے اس لئے اسلام کے فروغ کی جدوجہد اور دعوت حق لازمی طور پر اصولوں اور قواعد پر مبنی ہوگی اور دعوت اسلامی شخصیتوں اور قائدین پر اعتماد نہیں کرے گی اور اس طرح اسلامی تحریک کو انفرادی انحرافات سے تحفظ مل جائے گا اور عقائد اور اصول ہی دعوت اسلامی کی بقاء اور فروغ کے ضامن ہوں گے۔

اسلام نے اپنے اصحاب کے نفوس میں جس عقیدے کو بہت گہرا مرتسم کیا ہے یہی وجہ ہے

Marfat.com

کہ مسلمان اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو ہر لحاظ سے اس سے بہت دور ہو اور ہر اس شخص سے دور رہتے ہیں جو مسلمان نہ ہو خواہ وہ ہر لحاظ سے ان کے قریب تر ہو، وہ اللہ کی حدود اور احکام آلٰہی میں اپنے اقربا کی بھی رعایت نہیں کرتے کیونکہ حکم آلٰہی ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (التوبہ : ۲۳)

اے ایمان والو! نہ پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق، اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے، اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے، سو وہی لوگ ہیں گنہگار۔

غرض خالق کی معصیت کی صورت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے باپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک ہو۔ اور حضرت معصب بن عمیر نے اپنی والدہ سے کہا، جو مشرک تھیں اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر معصب اپنے آبائی دین کی طرف رجوع نہیں کرینگے تو وہ کھانا نہیں کھائیں گی۔

اے ماں، اگر تو سو مرتبہ زندہ ہو کر مرے تب بھی میں محمد کا دین نہیں چھوڑوں گا۔

اسلام کا اسی طرح کا مضبوط اور راسخ عقیدہ ذاتی اور شخصی انحرافات سے محفوظ رکھتا ہے معرکۂ بدر میں باپ بیٹے مد مقابل تھے اور بھائی بھائی کے سامنے شمشیر بکف تھا، ابو بکر مسلمانوں کی صف میں کھڑے تھے، ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن مشرکین کی صف میں کھڑے ہوئے تھے عتبہ بن ابی ربیعہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو دعوت مبازرت دی تھی اور ان کے بیٹے ابو حذیفہ سابقین اسلام میں سے تھے، عتبہ مارا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کو دیکھا کہ وہ کچھ غمگین ہیں، آپؐ نے فرمایا کیا باپ کی موت کا غم ہے، ابو حذیفہ بولے نہیں یا رسول اللہ باپ کی موت کا غم نہیں ہے بلکہ اس بات کا افسوس ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ میرا باپ بڑا سمجھدار اور ذہین ہے تو مجھے امید تھی کہ وہ اسلام لے آئے گا۔ آج یہ امید منقطع ہو گئی۔

Marfat.com

## خلوص عمل اور مخالفین سے معاملہ

عقیدہ اسلامی تربیت میں بڑا موثر ہے اور اس کے ذریعے داعیان حق ہر ہوائے نفس سے ماوراء اور ذاتی مقاصد سے بلند ہو جاتے ہیں اور خلوص نیت کے ساتھ حق پر قائم ہو جاتے ہیں اور خلوص نیت اور ثبات حق کی یہی خصوصیات ہیں جن کا اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں میں، شریعت کے تمام اوامر میں اور عبادت کی جملہ انواع میں مطالبہ کرتا ہے۔

بہرحال اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی صورت میں اسلام کے ماننے والے اسلام کے کسی اصول اور عقیدہ پر مخالفین اسلام سے کوئی سمجھوتہ یا معاملہ کریں چنانچہ جب قریش نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ایک ماہ آپؐ ان کے معبودوں کی پرستش کریں اور ایک ماہ قریش آپؐ کے معبود کی عبادت کریں تو وحی الٰہی نازل ہوئی۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝
وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ
مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ لَكُمْ
دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝ (الکافرون ۱ ۱-۶)

تو کہہ اے منکرو! میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجو۔ اور نہ تم پوجو جس کو میں پوجوں اور نہ مجھ کو پوجنا جس کو تم نے پوجا اور نہ تم کو پوجنا جس کو میں پوجوں۔ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔

عتبہ بن ابی ربیعہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپؐ کو بادشاہی اور مال و دولت کے لالچ دیئے کہ آپؐ دین اسلام کی دعوت ترک کر دیں تو آپؐ نے فرمایا میں اس لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں کہ مال و دولت جمع کروں یا بادشاہ بن بیٹھوں بلکہ میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچاؤں اور تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراؤں اور اس کے احکام ماننے پر اس کے اجر و ثواب کی خوشخبری دوں، اگر تمہیں یہ قبول ہے تو تمہیں دنیا اور آخرت میں اس کا صلہ ملے گا اور اگر تم میری اس دعوت کو رد کرتے

Marfat.com

ہو تو اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

درحقیقت مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ ایمان کے راسخ ہو جانے کا راز یہی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ محض فضل الٰہی ہے اور اسی میں کامیابی اور فلاح ہے اور جو کامیابی اور نصرت آتی ہے محض اللہ کے حکم سے آتی ہے۔ اس سے ان کی طبیعت میں عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے اور کبر و غرور کی عادتیں جاتی رہتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ (البقرہ : ۲۴۳)

اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

---

Marfat.com

# تحریک اسلامی کا فروغ و انحطاط

گزشتہ پچاس برسوں میں اسلامی جدوجہد اور کار دعوت کا جائزہ لینے سے ایک بات یہ نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے کہ تحریک اسلامی کی جدوجہد اس عرصے میں مسلسل فروغ و انحطاط کے نشیب و فراز پر سفر کرتی رہی ہے کہ ایک مرحلے میں تحریک کے فروغ کے امکانات ہویدا ہونے ہیں اور تحریک اسلامی کامیابی کی منزل پہ گامزن نظر آتی ہے تو دوسرے مرحلے میں اسلامی معاشرے کے قیام کے مقصود کے حصول سے قبل ہی تحریک کا کارواں کمزور پڑ جاتا ہے۔

نشیب و فراز کے مابین تحریک کا یہ سفر بار بار ہوتا رہا ہے اور کسی مقام پر بھی تحریک اسلامی کا تجربہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکا ہے بلکہ ہر مقام پر تحریک اسلامی کو مادیت کی یلغار کے سامنے پسپا ہونا پڑا ہے اور اپنی پہلی دفاعی لائن چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی ممالک میں جاہلی قوتوں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لادینی لیفتے قوم کے حکمران بن کر اقتدار پر قبضہ کر بیٹھے اور اسلام کے خلاف بالعموم اور تحریکات اسلامی کے خلاف بالخصوص جنگ کا آغاز کر دیا۔

تحریک اسلامی کے اس نشیب و فراز کے بارے میں اور اس کے اسباب کے بارے میں مسلم مدبرین کی کئی آراء ہیں ایک رائے یہ ہے کہ یہ عمل طبعی ہے اور ساری دنیا میں خیر کی مغلوبیت اور شر کے فروغ کا لازمی نتیجہ ہے یعنی یہ وہ غربت (اجنبیت) ہے جس کی جانب اسلام کو لوٹ جانا ہے کہ فرمان نبوت ہے۔

'ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب دین پر صبر سے جمار ہنا اس قدر دشوار ہوگا جس طرح کے انگارے پکڑنا۔' (ترمذی)

Marfat.com

اور فرمان نبوتؐ ہے ۔

'سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد اس سے کم ہوگا اور اس کے بعد اس سے کم اور سب سے آخر میں سب سے برا زمانہ ہوگا۔

(طبرانی، حاکم)

ایک اور رائے یہ ہے کہ اس کا سبب وہ اجتماعی اقتصادی اور سیاسی بدحالی ہے جس کا اسلامی حکومت کے ختم ہوجانے کے بعد سے امت مسلمہ شکار چلی آ رہی ہے اور وہ عالمی سازش ہے جو مسلمانوں کے خلاف تین عالمی طاقتیں صہیونیت، اشتراکیت اور صلیبیت کرتی چلی آ رہی ہیں۔ تاکہ وہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کا سدباب کر دیں مسلمانوں کو فکر اسلامی سے دور کر دیں اور قومی اور نسلی نعرے پھیلا کر اور مادی اور الحادی جماعتوں کی سرپرستی کر کے مسلمانوں کو اسلام سے دور کر دیں اور ان کے عقیدے کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیں۔

اور کچھ حضرات کی یہ رائے ہے کہ اسلامی تحریکوں کی ناکامی کی وجہ ان تحریکوں کے پاس مادی وسائل اور افرادی قوت کی کمی ہے جبکہ مدمقابل قوتیں لامحدود وسائل کی مالک ہیں۔

میری نظر میں اوپر بیان کردہ امور تحریکات اسلامی کے تقدم و تاخر کے اسباب تو ہیں لیکن یہ حقیقی اسباب نہیں ہیں۔ بلکہ درحقیقت حقیقی اسباب اور ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس کو امر طبعی اور خیر کی پسپائی اور شر کے فروغ کا لازمی نتیجہ سمجھتے ہیں تو یہ بلاشبہ ایک سبب ضرور ہے لیکن واحد سبب نہیں ہے اس لئے کہ جب سے انسان اس سرزمین پر آیا ہے شر تو اس وقت سے موجود ہے اور اگر شر موجود نہ ہوتا اور انسانیت اپنے مولیٰ سے بھٹک نہ گئی ہوتی تو انبیاء اور رسول کیوں آتے بلکہ درحقیقت باطل کی سرکشی اور شر کا فروغ ہی خیر کے اٹھنے اور حق کے بیدار ہونے کا باعث بنتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اہل حق کی غفلت اور خیر کے علم برداروں کے کمزور ہو کر میدان جہاد سے کنارہ کش ہوجانے کی وجہ سے ہی باطل پھیلتا اور شر فروغ پاتا ہے۔

یہ تصور کر لینا کہ اصلاح کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا خود اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اس تصور کا یہ مطلب ہوگا کہ اہل خیر معرکۂ خیر و شر سے کنارہ کش ہو کر حسرت و یاس کے عالم میں بیٹھ جائیں جبکہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ مومنین خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی آمادۂ عمل کرنے کی جدوجہد

Marfat.com

کریں اور یہ یقین رکھیں کہ نصرت و فتح صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر انہیں نصرت کا یقین بھی ہو تب بھی وہ ساری جدوجہد محض رضائے الٰہی کے لئے کریں اور کوئی مقصود ان کے پیش نظر نہ ہو اور یہی اس فرمان الٰہی کا مفہوم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (التوبہ : ۱۱۱)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال، اس قیمت پر کہ اُن کو بہشت ہے۔

جن لوگوں کی یہ رائے ہے کہ اسلامی تحریکات کی پیش قدمی میں توقف کی وجہ دورِ جدید میں ہر اچھی قدر کا ملیامیٹ ہو جانا، جاہلیت کا فروغ پانا اور ہر طرف شر اور فساد پھیل جانا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ وجہ بلاشبہ موجود ہے مگر یہ بھی اصل وجہ نہیں ہے۔ نیز یہ کہ یہ صورتِ حال نہ صرف باقی رہے گی بلکہ اگر اسلامی تحریک ان کا سدِ باب نہیں کرے گی تو اس میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا تو کیا ہم یہ انتظار کریں جب حالات سازگار ہو جائیں گے اور جب شر و باطل خود ہی مقابلہ سے ہٹ جائیں گے تو ہم بغیر قربانیاں دیئے اور بغیر ذلت و مال کھپائے دعوتِ اسلام کا کام انجام دے لیں گے۔ اگر ایسا کوئی تصور موجود ہو تو اس سے بڑی گمراہی کوئی نہیں ہے۔

اسلامی تحریک کا فرض یہ ہے کہ اب وہ ماضی کی فکر سے ہٹ کر غور کرے کیونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اور جو نظام پہلے دعوتِ اسلامی کو مختلف جماعتی سرگرمیوں کی اجازت دیتے تھے اب اس کی جگہ ایسے سخت گیر نظام نے لی ہے جو اسلام کے وجود سے سخت ناراض ہے اور اس کے خلاف سازشوں میں انتہائی سخت ہے یعنی ہر آنے والے دور میں پچھلے دور سے زیادہ سخت حالات پیدا ہو رہے ہیں اس لئے اس امر کا منتظر رہنا کہ حالات بدل جائیں گے اور جان و مال کی قیمت ادا کئے بغیر اللہ کے دین کو فروغ دیا جاسکے گا۔ درست نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کا حصول فی الواقع بہت گراں قیمت ہے اور اس کے حصول کی جدوجہد کا صلہ جنت ہے۔

جن اصحاب کی رائے یہ ہے کہ اسلامی تحریک کی کامیابی کے مواقع کم ہیں اور اس کے پاس اتنی قوتیں اور صلاحیتیں موجود نہیں ہیں کہ وہ حصولِ مقصود تک پیش قدمی کر سکے تو میں اس

Marfat.com

رائے سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ دورِ جدید میں تحریک اسلامی کو اس قدر مواقع میسر آئے ہیں جو کسی اور تحریک کو میسر نہیں آئے اور تحریک اسلامی کے سامنے متعدد ممالک میں اقتدار اور حکومت تک پہنچنے کے امکانات سامنے آئے مگر تحریک اسلامی نے ان امکانات سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا اور جو صلاحیتیں اور قوتیں حاصل تھیں ان پر پوری طرح فکری اور تحریکی طور پر توجہ نہیں دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلاحیتیں ضائع ہوگئیں اور ان میں غیر طبعی انحراف پیدا ہوگیا۔

ان تمام مزاحمتوں کے باوجود جو تحریک اسلامی کو درپیش ہیں میری نظر میں اصل خامی تحریکی وجود سے زیادہ قیادت اور کارکنوں کے مابین فکری انتشار، کارکنوں کی تنظیم کی عدم پابندی ذمےداری کے عدم احساس، روحانیت کی کمی اور عزائم امور کی تکمیل سے نفوس کے متائل ہونے میں مضمر ہے۔

تحریک اسلامی کی صفوں میں اضطراب، ان کے قلوب روحانیت سے خالی اور ان کے سجدے شوق و محبت الٰہی سے عاری ہیں۔ یعنی اسلام کے لئے کی جانے والی جدوجہد کا تصور سطحی اس سلسلے میں کی جانے والی کوششیں کمزور اور کارکنوں میں ثابت قدمی کا فقدان اصل وجہ ناکامی ہے۔

تحریک اسلامی میں جو خامی موجود ہے اس سے تحریک کو تحفظ دلانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم جہاں جہاں خامی موجود ہے اس کی نشاندہی کریں۔

## تربیت اور نشوونما

اسلامی ریاست کی تشکیل میں مسلم شخصیت کی تعمیر اصل بنیاد ہے اور مسلم شخصیت اور اسلامی سیرت و کردار کی نشوونما کے لئے ضروری ہے کہ تحریک اسلامی کے کارکن جاہلی معاشرے کے اثرات سے محفوظ رہیں اور ان میں ایسی قائدانہ اور تنظیمی صلاحیتیں پیدا ہوں کہ وہ جاہلیت کے سیلاب میں سے کاروان اسلامی کو لے کر بحفاظت گزر سکیں۔

اسلامی شخصیت کی نمایاں صفات یہ ہیں

۱) احساس و شعور، فکر و تصوّر، اور اعمال و تصورات کے ہر پہلو میں جاہلیت اور اس کے اثرات سے قطعاً پاک ہو۔

۲) اسلامی احکام پر پوری طرح عمل کرے اور اسلام ہی اس کی زندگی کا محور بن جائے

Marfat.com

اسلام ہی اس کی فکر کا مرکز اور اس کے تصور وعمل کا سرچشمہ ہو۔

۳) اللہ کے کلمہ کو روئے زمین میں بلند کرنے کے لئے جہاد اس کے وجود کی اساس ہو اور اس مقصود کے حصول کے لئے جہاد کی جملہ خصوصیات اور صلاحیتیں موجود ہوں۔

یہ وہ اسالیب اور مناہج ہیں جو اسلامی شخصیت کی تشکیل وتعمیر کے کم سے کم مطالبات ہیں ورنہ تمام اسلامی تعلیمات اور روحانی اور اخلاقی ہدایات اسی مقصد کے لئے ہیں اور ان سب پر عمل کرنا ایک ایسے مسلم کے تیار کرنے کے لئے ضروری ہے جسے عقیدہ پر کامل ایمان ہو جو عقیدہ کی خاطر زندہ رہے اور جو اپنی زندگی اسی میں کھپا دے اور اسی کی نذر کر دے۔

تربیت اور تکوین اسلامی کا اصل مقصود کہ اسلام اسی طرح نفس میں جاگزیں ہو جائے قلب میں اس طرح مرتکز ہو جائے اور وجود میں اس طرح رچ بس جائے کہ مسلم کی ذات تمام ارضی اقدار سے ہر طرح کی ہوائے نفس اور خواہشات سے ماورا ہو جائے اور اس کے سامنے صرف حق ہو کہ اس کی زندگی کا ہر ہر قدم حق کے مطابق ہو اور خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہو[1]۔

## تربیت کے مطالبات

اسلامی تربیت کے چند مطالبات ہیں جن کا پورا کرنا اس عمل جہاد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے اور ان کے پورا کئے بغیر اسلامی تربیت کی سعی کامیاب نہیں ہو سکتی اور ایسا مسلم وجود میں نہیں آسکتا۔ جو اسلامی نظام کی جدوجہد کا رکن اور اسلامی نظامِ حیات کا فرد بنتا ہے۔

میری نظر میں تربیت کے مطالبات یہ ہیں۔

پہلا مطالبہ منہاج سلیم ہے یعنی صحیح طریقہ، زندگی جو ایک مسلم کی تیاری کی لازمی ضرورت ہے، کہ اس کی تربیت کے فکری، روحانی، اخلاقی اور تحریکی تمام پہلو مکمل ہوں اور ایسا کمال اور توازن پیدا ہو کہ نہ تو کسی پہلو میں کمی آئے اور نہ کسی جانب زیادتی ہو۔

---

[1] دیکھئے محمد قطب کی کتاب منہج التربیۃ اسلامیہ (اس کتاب کا راقم الحروف کا اردو ترجمہ اسلام کا نظام تربیت' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔)

Marfat.com

تحریک اسلامی کے لئے وہی منہاج ہے۔ جو منہاج جاہلیت کے ماحول اور معاشرے سے سب سے بہترین امت ابھارنے میں کامیاب ہوا اور جو ہر دور اور ہر زمانے میں ایسے رجال کار تیار کر سکتا ہے جو حق کے علم بردار ہوں اور حق کے لئے جہاد کرنے والے ہوں اور کسی مخالفت اور عداوت سے ڈر کر وہ راہِ حق ترک نہ کریں۔

جب تک اس طرح کے رجال کار تیار نہ ہوں تحریک اسلامی نہ تو جاہلیت کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ فتح و نصرت سے ہمکنار ہو سکتی ہے فتح مصر کے لئے حضرت عمرو بن العاص روانہ ہوئے اور فتح میں تاخیر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے انہیں تحریر کیا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم دو سال سے مصروف جہاد ہو اور ابھی تک مصر فتح نہیں کر سکے میرا خیال یہ ہے کہ اس تاخیر کی وجہ حبّ دنیا ہے اور اللہ سبحانہٗ انہی لوگوں کو نصرت عطا فرماتا ہے جنکی نیت خالص ہو۔

حضرت عمرؓ نے قائد مسلمین حضرت سعد بن معاذ کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ ہی دشمن کے خلاف بہترین سامان جنگ ہے اور سب سے مضبوط تدبیر ہے، اپنے دشمن سے زیادہ اپنے گناہوں سے ڈرو کہ مسلمانوں کو فتح و نصرت ملتی ہی اسی اساس پر ہے کہ اللہ کے دشمن اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہوتے ہیں اگر مسلمانوں کے پاس تقوی کی یہ قوت نہ ہو تو مسلمانوں کے پاس اور کیا طاقت ہے کیونکہ مسلمان دشمنوں سے بلحاظ تعداد بھی کم ہیں اور بلحاظ سامان جنگ بھی کمتر ہیں اگر ہم اور وہ معصیت الٰہی اور خدا کی نافرمانی میں برابر ہوں گے تو انہیں ہم پر کامیابی حاصل ہو جائے گی کہ معصیت میں دونوں برابر ہوں گے اور قوت و طاقت ان کی زیادہ ہوگی، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ نے تمہاری روش اور طرز عمل پر اپنے نگہبان مقرر کئے ہوئے ہیں جو تمہارے اعمال سے واقف ہیں۔ تمہیں ان سے حیا آنی چاہیئے اور راہ خدا میں خدا کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

دوسرا پہلو قدوۂ حسنہ (مثالی سیرت) ہے جو کہ اساسی اور اہم عامل ہے اور تربیت کے لئے بے حد ضروری ہے کہ داعی حق جو تربیت کے فرائض انجام دے رہا ہو، نہ صرف یہ کہ عالم اور فقیہ اور خطیب ہو بلکہ عالم باعمل ہو اور پارسا و متقی ہو کیونکہ اگر عمل علم کے برخلاف ہوگا۔ تو نور علم بجھ جائے گا۔ اور تاثیر ہدایت ختم ہو جائے گی جیسا کہ حضرت مالک بن دینار

Marfat.com

کا فرمان ہے کہ اگر عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے تو قلوب سے اس کی موعظت کی تاثیر جاتی رہے گی۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ تربیت کے لئے موزوں اور صالح ماحول موجود ہو اور جن افراد کی تربیت مقصود ہو وہ شعوری طور پر صالح ماحول سے وابستہ ہو کر رہیں کیونکہ عملاً یہ بات ممکن نہیں ہے کہ انسان ایسے معاشرے میں رہتا ہے جو جاہلی معاشرہ ہو اور جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ تحریک اسلامی اپنے کارکنوں کی تربیت کے لئے ایسے ماحول فراہم کرے اور ایسی فضا تیار کرے جس میں کارکن اپنا کچھ وقت نکال کر اور جاہلی معاشرے سے کٹ کر اخلاق اور نیکی کی فضا میں رہیں اور اس اثنا میں جملہ اوقات علم و عمل اور تزکیۂ نفس میں صرف ہوں، بالخصوص تحریک اسلامی کے آغاز میں کارکنوں کی تربیت اور داعیان حق کے تزکیہ نفس کے لئے ایسا ماحول میسر آنا ضروری ہے جو جاہلی اثرات سے بالکل پاک اور خالص ایمان و اخلاص پر مبنی فضا ہو۔ اگر تحریک اسلامی اپنے کارکنوں کے لئے خاندان کے دائرے میں اور عمل کے میدان میں ایسا ماحول فراہم کرتے میں کامیاب ہو جائے کہ ان کارکنوں پر جاہلی معاشرے کے اثرات مرتب نہ ہوں اور وہ خالص اسلامی سیرت و کردار کے حامل ہو جائیں تو تحریک اسلامی ایسے رجال کار تیار کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے جن کے نفوس جاہلیت کے بالمقابل جذبات بغاوت رکھے ہوں اور اسلام کے سچے سپاہی ہوں۔

## تحریکی عمل اور مزاحمت

تحریک کے نشیب و فراز سے گزرتے اور کامیابی اور ناکامی کے درمیان معلق رہنے کا دوسرا عامل راہ حق کا پوری طرح واضح نہ ہونا اور وسائل و ذرائع کے اندازے اور مقاصد اور منزل کے تعین کے جذبات کی رو میں سفر جاری رکھنا ہے۔

اس انحراف کے درج ذیل چند پہلو ہیں۔

۱) اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی انقلاب کے برپا کرنے کے خطوط غیر واضح ہوں۔
۲) تشکیل شدہ پروگرام کو پوری طرح ملحوظ نہ رکھنا اور قوتوں اور کوششوں جزئی اعمال

Marfat.com

میں صرف کرنا جن سے اسلام کے حقیقی مقاصد کو فائدہ نہ پہنچے۔

(۳) حالات و واقعات پر پوری طرح گرفت نہ ہونے کی سیاست پر عمل، جس سے تحریکی اعمال اس قدر تاخیر سے رونما ہوتے ہیں جن سے ان کی کامیابی کی نفسیاتی فضا ختم ہوجائے اور وقت نکل جائے۔

(۴) کارِ دعوت اور سیاسی عمل میں عدم تطابق، اور سیاسی عمل میں دعوت کو نظر انداز کر دینا۔

(۵) حکومت اسلامی کے اختیار کا اسلوب متعین نہ ہونا۔

(۶) آغاز و انجام میں قوت کے استعمال میں بہت زیادہ خوف۔

(۷) تحریک کے وجود میں تنظیمی ارتباط کا غیر واضح ہونا اور اس بنا پر درج ذیل سوالات کا پیدا ہونا۔

کیا اسلام میں قیادت انفرادی ہے یا اجتماعی؟ کیا شوریٰ لازم ہے یا غیر لازم؟ کیا تحریکی عمل علی الاعلان ہو یا سرّی تحریک ہو؟ کیا تحریک ایک فکری ادارہ ہے یا تحریکی تنظیم؟ اور اگر تحریکی تنظیم ہے تو اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

ان سوالات اور ایسے ہی دیگر سوالات کے شرعی دلائل پر مبنی ایسے واضح جوابات درکار ہیں جن سے تحریک ظن و تخمین کے گورکھ دھندے سے نکل سکے۔

اسلام کا تحریک اسلامی پر یہ حق ہے کہ اس کا تصور تحریک اسلام کے عمل کے مطابق ہو اور اس کا فہم و شعور بعینہٖ اولین اسلامی تحریک کے موافق ہو، وہ انہی خطوط پر چلے جن پر اولین اسلامی تحریک جاہلیت کے بالمقابل چلی اور اسلامی معاشرہ برپا کیا۔

اسلامی تحریک اگر آج ان خطوط کی پیروی نہیں کرے گی جن پر اولین اسلامی تحریک نے اسلامی معاشرے کی بنا رکھی تو اس کی قوتیں بے مقصد ضائع ہوں گی اور اس میں کوتاہی انفرادی اور اجتماعی طور پر تحریک کو اسلام کے محور اساسی اور مقصد اصلی سے دور لے جائے گی۔

تحریک اسلامی پر خاصا وقت ایسا گزرا ہے کہ اس نے وقتی مسائل اور جزئی موضوعات پر جدوجہد صرف کر کے اپنے اوقات کو ضائع کیا ہے کیونکہ ان مسائل اور موضوعات کا حل

Marfat.com

مقصود سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

تحریک اسلامی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو ضائع ہونے سے بچائے اور اور اصل مقصد کے حصول کی جدوجہد کرے اور اسی سمت میں سفر کرے اور ہر قدم منزل کی جانب اٹھے۔

## اللہ کی بندگی

تحریک اسلامی کا اصل مقصد اللہ کے بھٹکے ہوئے بندوں کو دوبارہ اللہ کی بندگی کی جانب لانا ہے اور اس مقصد کے لئے ایک ایسی اسلامی ریاست کا قیام ناگزیر ہے جس میں اللہ کے احکام جاری ہوں اور تمام لوگ اسی کی بندگی کریں اور اسی کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر چلیں۔

انسانی معاشرے کو اللہ کے تابع فرمان بنا دینا ہی تحریک اسلامی کی اساسی مہم ہے اور اسے ہر حال اور ہر ماحول میں اسی فریضہ کو انجام دینا ہے۔

ملکی آزادی کی جدوجہد میں اس طرح شرکت کہ آزادی کے بعد ملک کے اسلامی ریاست بن جانے کی کوئی ضمانت نہ ہو، تحریکی جدوجہد کو ضائع کر دینا ہے اسی طرح مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں اتحاد کی سعی بغیر اس ضمانت کے کہ وہ اس اتحاد کے بعد اسلام کی جانب رجوع کرینگے تحریکی لحاظ سے بے فائدہ ہے اور اسی طرح جاہلیت سے سمجھوتے کی کوئی راہ اختیار کرنا کارعبث ہے۔

تمام معاملات ومسائل کو تحریک کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے اور یہ جدوجہد کرنی چاہیئے کہ دنیا کے کسی خطے میں اسلام کا عملی نمونہ قائم ہو جائے اور عدل ومساوات اور امن واستقرار وجود میں آجائے کیونکہ اگر تحریک اسلامی کے کسی مقام پر پاؤں مضبوطی سے جم جائیں اور اسلامی معاشرہ وجود میں آجائے تو دورجدید کے افکار اور مادی فلسفے اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

تحریک اسلامی کو مجاہدین اسلامی کی تیاری کا مرکز ہونا چاہیئے۔ اور ایک ایسی درسگاہ ہونی چاہیئے جس سے مفاہیم اسلامی اور ثقافت اسلامیہ کے حامل مفکرین نشوونما پائیں اور ان میں بڑی گہرائی اور بصیرت ہو اور ان میں جرأت وہمت ہو اور وہ اس قابل ہوں کہ ہر طرح کے حالات میں اسلام کی بہترین نمائندگی کر سکیں، زبانی

Marfat.com

دے سکیں اور عملی جہاد کر سکیں اور قتل و وغا میں بے دھڑک کود سکیں۔

یہ نہ ہو کہ تحریک محض ایک نظری درسگاہ ہو کر رہ جائے اور جہاد عملی کی کوئی تربیت نہ ہو بلکہ فکری تربیت کے ساتھ عملی جدوجہد کی تربیت بھی لازمی ہے۔

ہونا یہ چاہیئے کہ اسلام کے مفاد کو ہر حال میں مدنظر رکھا جائے اور جس اقدام میں اسلام کی مصلحت ہو اس کی انجام دہی میں کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔

اصل اساس یہ ہے کہ تحریک اسلامی ہر موقف، ہر معرکہ اور ہر مقابلہ میں اس معرکہ اور مقابلہ کی طبیعت اور خصوصیات کو مدنظر رکھے اس کا پوری طرح جائزہ لے اور معلوم کرے کہ اس کے اثرات اور ردعمل کہاں تک ہیں، یہ نہ ہو کہ بس یونہی بلا تامل اور بغیر مناسب تیاری کے تحریک اسلامی کسی معرکہ میں داخل ہو جائے کیونکہ اس طرح کی جلد بازی اسلام کے حق میں نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

البتہ جب پوری تیاری ہو جائے اور حسب استطاعت ضروری اور لازمی قوتیں فراہم ہو جائیں اور تحریک اسلامی درپیش معرکہ کی اصل حقیقت اس کے اثرات اور اس کے مطالبات کا مکمل جائزہ لے لے تو پھر معرکہ سے گریز بزدلی اور فرار ہوگا اور مومن بزدل اور پسپائی اختیار کرنے والا نہیں ہوتا۔

تحریک اسلامی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی داخلی تنظیم کا جائزہ لے اپنے منہاج تربیت کو دیکھے اپنی روش پر نظر اور اپنے وسائل عمل اور اسالیب طرز عمل پر غور کرے کہ ان کا کیا جواز ہے اور کس حد تک وہ معاشرے میں موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

خواہ اس جائزے اور اس مطالعے کے بعد تحریک کو کام کا آغاز از سر نو ابتداء سے کرنا پڑے۔

ہر مقام اور ہر جگہ کی تحریک اسلامی اور کارکنان تحریک پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت اور قدرت کے بقدر اسلامی جدوجہد کو نشو و ارتقاء دیتے رہیں اور اسے نشیب و فراز اور کامیابی و ناکامی کے اس مرحلے سے نکالیں اور بلحاظ شعور، اعداد، تنظیم اور منصوبہ بندی اسے بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کریں۔

---

Marfat.com

# جدید دور میں اسلامی شخصیّت کی کمزوری کے اسباب و مظاہر

میں اس اعتراف میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں کرتا کہ آج کی اسلامی شخصیّت صدر اول کی اسلامی شخصیات سے بہت سے پہلوؤں سے کمزور ہے اور اس کمزوری کا اظہار زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ہوتا رہتا ہے۔

دور جدید کی اسلامی شخصیت کی کمزوریوں کے بیان سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ شخصیّت کیا ہے اور اس کی اسلامی خصوصیات کیا ہیں اور کیا نقص اور کمزوریاں ہیں جو ان خصوصیات میں پیدا ہوگئی ہیں۔

## شخصیّت کی تعریف

انسانی وجود اور اس کی باطنی شخصیت عقلی خصوصیات اور نفسیاتی امتیازات کی حامل ہوتی ہے جس میں اس کے ظاہری قد و قامت اور حسن و قبح کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے ظاہری قد و قامت کو شخصیت کہنا غلط ہے کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جو شخص بظاہر بدشکل، کمزور اور لاغر ہو اور اس کی اندرونی شخصیت بڑی پختہ موثر اور جامع صفات حسنہ ہو۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ظاہری محاسن کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ بتانا یہ ہے کہ اصل اندرونی شخصیت کے ساتھ اگر مظاہر جسمانی بھی عمدہ اور حسین ہوں تو بہت ہی خوب ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں حضرت طالوت کے علم کے ساتھ ان کے جسم کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (البقرہ : ۲۴۷)

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں ان کو منتخب فرمایا ہے اور دوسرے علم اور جسامت میں ان کو زیادتی دی ہے۔

Marfat.com

# اسلامی شخصیّت کی تعریف

کیونکہ انسان کی شخصیّت اس کے عقلی اور نفسیاتی وجود کا اظہار ہے اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ اسلامی شخصیت اسلامی عقلیت اور اسلامی نفسیات کا مظہر ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اسلامی عقلیت اور اسلامی نفسیات سے ہماری کیا مراد ہے؟

عقلیت اسلامی سے ہماری مراد وہ عقلیت ہے جو زندگی کے جملہ مسائل و معاملات پر اسلام کے نقطہ نظر سے غور کرے اور ان کا اسلام کے مطابق حل تلاش کرے اور اس امر کو مدنظر رکھے کہ انسان، زندگی اور کائنات کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام مسائل خواہ وہ قانون سازی سے متعلق ہوں یا اخلاق سے نجی تصرفات سے ہوں یا امور عامہ سے سب کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کو اختیار کرے۔

اس اسلامی عقلیت کی اساس اللہ کے وجود پر ایمان اور ان تمام مغیبات پر یقین کرنا ہے جن کی رسالت نے خبر دی ہے یعنی زندگی کے مادی نقطہ نظر کو رد کر کے ایمانی نقطۂ نظر اختیار کرنا اور حاکم و مالک اور قانون ساز اللہ سُبحانہ، کو سمجھنا ہے۔

نفسیات اسلامیہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایمان و یقین اس قدر جاگزیں ہو جائے کہ اس کے جذبات اور میلانات بھی اسلام کے مطابق ہو جائیں اور اس کا نفسیاتی وجود ان امور کا تابع ہو جائے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے اور اس کے اوپر ہوائے نفس جذبات فاسدہ اور غلط میلانات اثر انداز نہ ہوں جس قدر مومن شعوری طور پر احکام اسلام پر عمل کرتا جائے اس کا یہ قلبی ایمان اور یہ عمل جوارح اس کی نفسیات کو متاثر کرتا چلا جائیگا اور اس کے نفسیاتی وجود کو ایمانی تقاضوں کے مطابق بنا دیگا جیساکہ فرمان نبوتؐ ہے کہ

" ایمان محض تمنا اور آرزو کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان وہ ہے جو قلب میں جاگزیں ہو جائے۔ اور عمل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام مسلم انسان کی تشکیل اور اس کی اسلامی شخصیّت کی تعمیر اس طرح کرتا ہے کہ اس کے قلب میں عقیدۂ ایمان راسخ کر دیتا ہے، اس کی فکر کو اسلام کے مطابق بنا دیتا ہے جس سے اس کی عقلیت اسلامی عقلیت ہو جاتی ہے اور یہ عقیدہ اور عمل اس کے جذبات و میلانات اور اس کے نفسیاتی وجود پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور عبادات کے ذریعے اور روحانی

Marfat.com

تربیت کے ذریعے اسلامی نفسیات کی تشکیل کرتا ہے اور اس طرح مسلم کی شخصیت اسلامی شخصیت بن جاتی ہے اور وہ زندگی کے اسلامی مفہوم اختیار کر لیتا ہے اور زندگی میں اسلام کے پیغام کو بروئے کار لانے کی سعی کرتا ہے۔

اسے یہ علم حاصل ہو جاتا ہے کہ حیات دنیا، ہی طریق آخرت ہے اور انسان اس دنیا میں آخرت کے لئے سعی کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے کہ دار آخرت ہی خیر ہے اور باقی رہنے والا ہے اور اصل حیات حیات اخروی ہی ہے

اس ادراک و شعور سے مسلم کا قلب ہموم دنیا سے فارغ اور التذاذ نفس سے خالی ہو جاتا ہے اور اس کے قلب میں حق سبحانہ کی محبت اور دنیا سے لاتعلقی جاگزیں ہو جاتی ہے دنیا اس کا مرکز نگاہ، اس کی جد و جہد کا ماحصل اور اس کی مساعی کا منتہا نہیں رہتی بلکہ اس کا مقصود فکر و عمل رضائے الٰہی بن جاتی ہے اور وہ اس حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والا جہان ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (الحدید : ۲۰)

تم خوب جان لو (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو و لعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت (کی کیفیت) یہ ہے کہ اس (میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے۔

Marfat.com

## جدید دور کی اسلامی شخصیت کی کمزوریاں

صدر اوّل کی اسلامی شخصیت کے ساتھ اگر دورِ جدید کی اسلامی شخصیت کا موازنہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کی اسلامی شخصیت میں بہت سی خامیاں اور کمزوریاں موجود ہیں۔

## تقویٰ کی کمی

آج کے دور میں مسلم شخصیات میں تقویٰ الٰہی کی شدید کمی ہے۔

جبکہ ــــــ پہلے دور میں اسلامی شخصیات میں تقویٰ الٰہی بکمال موجود تھا اور وہ اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے سے بے حد ڈرتے تھے اور اس فرمان نبوتؐ پر ان کا عمل تھا۔

"جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ بات اختیار کر لو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔" (احمد، نسائی، طبرانی)

نیز فرمایاؐ

"بندہ اس وقت تک تقویٰ شعار نہیں ہو سکتا جب تک وہ حرج والی باتوں کے ڈر سے ان باتوں کو بھی نہ چھوڑ دے جن میں حرج نہیں ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ

میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب کی ساتھ مکہ روانہ ہوا، راستے میں کسی جگہ پڑاؤ ہوا، ایک چرواہا آیا آپ نے اس سے کہا کہ مجھے ایک بکری فروخت کر دو۔ اس نے کہا کہ میں تو غلام ہوں آپ نے کہا کہ اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا، اس نے کہا کہ اللہ بھی تو دیکھ رہا ہے یہ سنکر حضرت عمر آبدیدہ ہو گئے۔ اور اس کے آقا کے پاس گئے اور اس غلام (چرواہے) کو خرید کر آزاد فرما دیا اور کہا کہ اس کلمہ نے تجھے دنیا میں آزادی دلائی اور یہی کلمہ تجھے آخرت میں آزادی دلائے گا۔

## زندگی کے مظاہر سے متاثر ہونا

مسلم شخصیات آج کل مظاہر حیات سے بے حد متاثر ہیں جبکہ دورِ اول کے مسلمانوں کی نظر میں

Marfat.com

پوری دنیا کی قیمت ایک مکھی کے پر کے بھی برابر نہیں تھی، ان کے سامنے یہ فرمان الٰہی رہتا تھا۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

(العنکبوت: ۶۴)

اور یہ دنیوی زندگی (فی نفسہ) بجز لہو و لعب کے اور کچھ نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

اور فرمان نبوتؐ سامنے رہتا تھا۔

"دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور دنیا سے وہ دل لگا سکتا ہے جسے عقل نہ ہو"

چونکہ دور اول کے مسلمانوں کی نظر میں دنیا بے حقیقت تھی اس لئے دوسروں کی نظروں میں ان کی شخصیت بہت وزنی ہوگئی اور پوری دنیا ان کے سامنے سرنگوں ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں دشمنان اسلام کہتے تھے کہ

"ہم نے ایسے لوگ دیکھے جن کے نزدیک موت، زندگی سے زیادہ محبوب اور تواضع ترفع سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جنہیں دنیا کی کوئی رغبت اور خواہش نہیں ہے"

## زندگی اور رزق کا خوف

آج کے مسلمانوں میں رزق کا خوف اور زندگی کا خوف سرایت کر گیا ہے جبکہ دور اوّل کے مسلمانوں کو خدا کے سوا کسی شئے کا خوف نہیں تھا وہ حق کہتے تھے اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے، حق کے واشگاف اعلان سے انہیں موت کا خطرہ اور رزق کی کمی کا اندیشہ لاحق نہیں ہوتا تھا کوئی خطرہ ایسا نہیں تھا جو انہیں امر بالمعروف سے اور نہی عن المنکر سے روک سکتا وہ دعوت حق دیتے تھے باطل سے جنگ کرتے تھے ہر برائی کا رد کرتے تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور وہ تمام فرائض ادا کرتے تھے جو ایک مسلم معاشرے میں مسلم افراد کے ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص معاشرے کے خوف سے ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتتا تو اسے حکم الٰہی سے دور ہو جانے والا ضعیف

Marfat.com

الایمان سمجھا جاتا تھا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف : ۲۹)

اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

(العصر: ۱-۳)

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضییع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

ان کا عمل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق تھا کہ

'مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حق بات کہوں خواہ وہ کڑوی ہو'

اور فرمایا کہ

'مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں حق بات کہتا ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی بات سے نہ ڈروں'

نیز فرمایا کہ

'روز قیامت ایک شخص دوسرے شخص کو پکڑے گا حالانکہ وہ اسے نہیں جانتا ہوگا تو وہ کہے گا کہ تو نے مجھے کیوں پکڑ لیا حالانکہ میں تو تجھے جانتا بھی نہیں ہوں وہ کہے گا دنیا میں تو نے مجھے غلط روش پر چلتے ہوئے دیکھا تھا لیکن تو نے مجھے نہیں روکا تھا۔

Marfat.com

# ان خامیوں اور کمزوریوں کے اسباب

دورِ جدید میں اسلامی شخصیت کی کمزوریوں اور خامیوں کے متعدد اسباب ہیں، جن میں سے سب سے نمایاں سبب وہ غیر اسلامی ماحول ہے جس میں اسلامی شخصیت کی تعمیر کی جارہی ہے ظاہر ہے کہ اس جاہلی اور غیر اسلامی معاشرے کے اپنے اثرات ہیں جو لامحالہ مرتب ہو رہے ہیں۔

اس سبب پر پہلے بھی گفتگو ہو چکی ہے اس لئے ہم اس کے علاوہ دیگر اسباب بیان کرتے ہیں

۱) اسلامی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے مناہج درست نہیں ہیں اور اس کیلئے جس قدر علمی اور فکری غذا کی ضرورت ہے وہ بہم نہیں پہنچائی جاتی، حالانکہ علم اور فکری راہنمائی تعمیر سیرت اور تشکیل کردار میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اس سلسلے میں غلط اور نامناسب معلومات کا انتخاب مضرت رساں ہو سکتا ہے چنانچہ فرمانِ نبوتؐ ہے کہ

'بعض علم بھی جہالت ہوتے ہیں' (ابو داؤد)

اسی مفہوم کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ کا فرمودہ ہے کہ

'درخت بہت ہیں مگر ہر درخت پھل والا نہیں ہوتا اور پھل بھی بہت ہیں مگر ہر پھل شیریں نہیں ہوتا۔ اسی طرح علوم بہت ہیں مگر ہر علم، نافع نہیں ہوتا،

روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے گذارش کی کہ آپؐ اسے غرائب علوم سکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا، اصل علم سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا، اس نے پوچھا، اصل علم کیا ہے، آپؐ نے استفسار کیا، کیا تمہیں معرفت الٰہی حاصل ہے، اس نے کہا، جی ہاں۔ پوچھا پھر تم نے اس بارے میں کیا کیا، اس نے کہا، جو خدا نے چاہا، آپؐ نے پوچھا موت کا علم حاصل ہو گیا اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے استفسار کیا اس کی کیا تیاری کی۔ اس نے کہا جس قدر خدا نے چاہا آپؐ نے فرمایا، بس جاؤ اور اسی علم کو مضبوط کرو اس کے بعد ہم تمہیں غرائب علم سکھلائیں گے۔

نیز روایت ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا، اللہ سبحانہٗ کے بارے میں علم حاصل کرنا۔ پوچھا گیا کون سا علم افضل ہے آپؐ نے فرمایا اللہ سبحانہٗ کا علم کہا گیا کہ ہم تو آپ سے عمل کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور آپؐ علم کے بارے میں جواب دے رہے ہیں۔ آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ کے علم کے ساتھ عمل قلیل بھی مفید ہے اور اللہ سبحانہٗ کے علم کے بغیر عمل کثیر بھی بے سود ہے۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ

علم الٰہی نور بصیرت ہے۔ جو اندھیروں سے نکال دیتا ہے، جسم کی قوت ہے جس سے کمزوری دور ہو جاتی ہے اور انسان اس علم کے ذریعے منازل ابرار اور بلند درجات تک پہنچ جاتا ہے علمی استغراق روزوں کے برابر اور باہمی درس قیام کے برابر ہے کیونکہ علم کی ہی مدد سے اللہ سبحانہ کی اطاعت اور عبادت ہو سکتی ہے اور حلال و حرام کی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے گویا علم امام ہے اور عمل متبوع علم سعید لوگوں کا مقدر ہوتا ہے اور اشقیاء اس سے محروم رہتے ہیں۔

۲) فساد مقاصد

نجاح و کامیابی کے نمایاں عوامل اور تربیت کے آثار میں سے ایک امر یہ ہے کہ انسان کا مقصود صحیح ہو مثلاً اگر علم کے حصول سے مقصود عزت وجاہ کا حصول ہو تو یہ علم بے فائدہ ہو گا اور صاحب علم پر بوجھ ہو گا کہ ایسے علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کہ

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نافع نہ ہو، ایسے قلب سے جس میں خشیت نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو؛ (مسلم، ترمذی، نسائی)

اور آپؐ نے فرمایا کہ

" اگر مجھ پر کوئی ایسا دن طلوع ہو جس میں مجھے ایسا علم حاصل نہ ہو جو مجھے خدا سے قریب کر دینے والا ہو تو وہ دن بے برکت ہی رہے "

نیز فرمایا کہ

" جو شخص اس لئے علم حاصل کرے کہ اس سے علماء سے مقابلہ کرے گا، سفہاء سے جھگڑے گا اور لوگوں کے منہ پلٹ دے گا۔ اسے اللہ جہنم میں داخل کرے گا؛ (ترمذی)

مزید فرمایا کہ

" جس نے غیر اللہ کے لئے علم حاصل کیا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا؛ (ترمذی)

Marfat.com

## تربیت کنندہ کا فساد

اسلامی شخصیت کی کمزوری کا ایک بڑا سبب تربیت کنندہ کا نہ ہونا یا اس کی شخصیت کا مثالی نہ ہونا ہے دراصل یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو شخص علم دین جانتا ہو اور وہ ذرا اچھی طرح گفتگو اور خطاب کر سکے وہ دوسرے لوگوں کی تربیت بھی کر سکتا ہے حالانکہ تربیت کے کچھ ناگزیر تقاضے ہیں جو تربیت کنندہ کی شخصیت میں پورے ہونے چاہئیں کیونکہ محض علم اور صرف قدرت کلام کافی نہیں ہے بلکہ تربیت کنندہ کو ایک مثالی نمونہ ہونا چاہیئے اور ہر قول وعمل میں اس کی شخصیت قابل تقلید ہونی چاہیئے چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

"جو اپنے آپ کو لوگوں کی راہنمائی کے منصب پر فائز کرے تو پہلے وہ اپنے نفس کو تعلیم دے اور اپنی سیرت عمدہ بنائے اور اپنی گفتار درست کرے اور اصل بات یہ ہے کہ اپنی ذات کا معلم اور مہذب دوسروں کے معلم اور مہذب سے زیادہ قابل احترام ہے"

تربیت کنندہ (مربی) ایسا شخص ہونا چاہیئے جسے پوری طرح علم ہو کہ اس کے زیر تربیت افراد کو کس وقت اور کتنی راہنمائی کی ضرورت ہے وہ ان کو اتنی نصیحت کرے جتنی وہ توجہ سے سنیں اور اس پر کاربند ہو جائیں اور موثر کلمات کے ساتھ ان کو ایسی موعظہ حسنہ کرے جس پر وہ عمل پیرا ہو جائیں یہ نہ ہو کہ جو باتیں انہیں معلوم ہیں انہی کو بار بار دھراتا ہے اور مسلسل وعظ ونصیحت کرتا ہے، بلکہ کرنے کا کام یہ ہے کہ خیر کو ان کے نفوس میں جاگزیں کر دے اور ان کے مزاج کو اس طرح اسلام کے مطابق بنا دے جس طرح کندن کو ڈھال کر زیور بنا دیا جاتا ہے۔

مربی وہ ہے جو زبانی نصیحتوں سے پہلے اپنے عمل اور اپنی سیرت سے نصیحت کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ عالم خود اپنے علم سے مستفید نہیں ہوگا اور ان کے قلوب میں کوئی جاذبیت نہیں ہوگی بلکہ ان کے دل چکنے پتوں کی طرح ہوں گے کہ ان پر پانی پڑتا ہے تو بہہ کر نیچے گر جاتا ہے اور ایسا اس وقت ہوگا کہ جب علماء کے دل دنیا کی جانب مائل ہو جائیں گے اور وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں گے اس وقت اللہ حکمت کے سوتے بند فرما

Marfat.com

دے گا اور دلوں کے نور ہدایت کو بجھا دے گا اور یہ حالت ہو جائے گی کہ ایک عالم جو خشیت آلٰہی کا مدعی ہوگا، اس کے اعمال میں فجور نمایاں ہوگا یعنی زبانیں خوب تیز ہوں گی اور قلوب بالکل بنجر ہوں گے، اور اس کی وجہ یہی ہوگی کہ انہوں نے علم غیر اللہ کے لئے حاصل کیا ہوگا اور رضائے آلٰہی ان کا مقصود نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

' علماء تین قسم کے ہیں ایک وہ عالم جو زندگی میں خود اپنے علم سے فائدہ اٹھائے اور دوسرے بھی اس کے علم سے فائدہ اٹھائیں، دوسرا وہ جس کے علم سے دوسرے فائدہ اٹھائیں اور وہ خود تباہ ہو جائے اور تیسرا وہ جو اپنے علم سے خود مستفید ہو اور کسی اور کو اس کے علم سے فائدہ نہ پہنچے۔

## خلاصۂ کلام

غرض جب تحریک اسلامی تربیت کے مناسب اور موزوں مناہج اختیار کر لے اور تربیت کے ایسے ذرائع اختیار کرے جس میں تاثیر کی پوری قوت موجود ہو اور تربیت کنندہ تربیت حاصل کرنے والے اور سیکھنے والے سکھانے والے سب کے مقاصد درست ہوں اور یہ سب جاہلی معاشرے کے اثرات سے محفوظ رہیں تو اسلامی شخصیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

# ہمارے تنظیمی امراض

اصول شوریٰ اسلامی نظام حکومت کی اساس ہے مگر شوریٰ کے مفہوم کے تعین میں قدیم اور جدید مصنفین نے غلطیاں کی ہیں اور روح اسلام کے مطابق اصول شوریٰ کو بیان کرنے میں ان سے کوتاہی ہوئی ہے جبکہ آج کل کے بعض اہل قلم نے شوریٰ کو جمہوریت ہی کے ہم معنی بنا دیا ہے حالانکہ ایسی رائے اختیار کرنا فکر اسلامی سے صریح گریز اور اسلام کے اصول شوریٰ کی حقیقت سے واضح انحراف ہے۔

شوریٰ اور ڈیموکریٹیہ (جمہوریت) میں کئی وجوہ سے فرق موجود ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ڈیموکریٹیہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں حاکمیت عوام یعنی اقتدار کا سرچشمہ عوام ہیں اور انہیں قانون سازی اور دستور کی تشکیل کا حق حاصل ہے۔

جبکہ اسلام میں شوریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی حکم شرعی کی تعبیر یا اس کے فہم یا کسی معاملے میں اسلامی قانون اور اس کے اصولوں کی روشنی میں کسی فرد یا جماعت کی رائے لینا۔

نظام جمہوریت میں عوام اپنے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے خود اپنے اوپر حکمران ہوتے ہیں اور اسلام میں عوام اس نظام کی تعمیل کے پابند ہوتے ہیں جو منزل من اللہ ہے اور جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

نظام جمہوریت میں عوام کی اکثریت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس قانون کو چاہے بدل دے اور جس معاملے کو چاہے تبدیل کر دے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط ہو جبکہ شوریٰ میں کثرت اور قلت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ بلکہ ضروری امر یہ ہے کہ شوریٰ اسلامی اصولوں کے برخلاف نہ ہو۔

یعنی جمہوریت میں سارا زور اکثریت (کمیت) پر ہے اور شوریٰ کی اساس کیفیت ہے کہ شوریٰ ایک فرد کا ہو یا جماعت کا مگر لازماً روح اسلام اور قانون شریعت کے مطابق ہو۔

Marfat.com

# اصول شوریٰ

اصول شوریٰ اسلامی نظام کی خصوصیت ہے اور اس کا وجوب اور لزوم قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

فرمان الٰہی ہے

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران: ۱۵۹)

اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنیوالوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اور فرمایا

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸)

اور ان کا ہر کام (جس میں بالتعین نص نہ ہو) آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ

'جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ اپنے معاملے کے رشد تک پہنچ جاتی ہے'۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ

'جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا، جس نے مشورہ کیا اسے ندامت نہیں ہوئی اور جس نے اقتصاد اختیار کیا وہ تنگدست نہیں ہوا'۔ (الطبرانی)

اسی لئے علمائے امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں قرآن و سنت کی کوئی نص موجود نہ ہو یا کوئی دائمی تشریح کی اساس موجود نہ ہو اس میں مشورہ لازم ہے۔

شوریٰ کا اصول اس طرح کا کوئی اصول نہیں جس طرح کا آج کل کے نام نہاد نظام پر وپیگنڈے کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں اور عملاً ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ ہماری اسلامی تاریخ کے اوقات میں جابجا اصول شوریٰ کے عملی نشانات واضح طور پر مرتسم نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

## شوریٰ بلحاظ تطبیق

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شوریٰ اسلامی قانون کا ایک واضح اصول اور اسلامی نظام کی ایک نمایاں خصوصیت ہے البتہ اصول شوریٰ کی تطبیق کے طریقہ کار میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے اور اس بارے میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ اصول شوریٰ جس طرح منطبق ہوتا رہا ہے کیا وہ ہی اس کی لازمی صورت ہے؟

اس سوال کے جواب کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اسلام میں قیادت اور سربراہی کی کیا صورت اور کیا شکل ہے اور کیا امیر ایک فرد ہو یا جماعت اور کیا اسلام میں قیادت انفرادی ہے یا اجتماعی؟

## اسلام میں قیادت انفرادی ہے

اس حقیقت میں کوئی التباس نہیں ہے کہ اسلامی نظام میں قائد کو صاحب صلاحیت ہونا چاہیئے اور اسے امت کے مسائل و معاملات کے چلانے کی اہلیت حاصل ہونی چاہیئے، اس صلاحیت کے ساتھ اور اس اہلیت کے ساتھ وہ امت کے اہل حل و عقد سے مشورہ کرے لیکن وہ ہر معاملہ میں اکثریت کی رائے کا پابند نہیں ہے۔

آیت شوریٰ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بالآخر فیصلے کا اختیار قائد کو حاصل ہے اکثریت کو نہیں ہے

اسی لئے فرمایا کہ

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران : ۱۵۹)

پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔

اسلام میں انفرادی قیادت کا وہ تصور نہیں جو ڈکیٹر شپ (DICTATOR-SHIP) میں ہے یعنی اسلام میں اگرچہ قائد اپنی صلاحیت اور اہلیت کی بنا پر قیادت کرتا ہے لیکن وہ ہر حالت میں اسلامی قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس سے وہ سر انحراف نہیں کرسکتا۔ جبکہ ڈکیٹر

Marfat.com

بغیر کسی اصول و ضابطہ کے حکومت کرتا ہے۔

اسلام میں قائد امت مسلمہ کا نائب ہوتا ہے اور حکومت اور نفاذ شریعت میں امت کی نیابت کرتا ہے اور اسی حد تک امت پر اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے اور اگر وہ شریعت سے منحرف ہو جائے تو اس کی اطاعت امت پر لازم نہیں رہتی بلکہ اس کی نافرمانی لازم ہو جاتی ہے چنانچہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اے لوگو، میں تم پر حکمران مقرر کیا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں ٹھیک حکومت کروں۔ تو میری مدد کرو اور اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کر دو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے طاقتور پر اگر کسی کا حق ہے تو وہ میری نظر میں کمزور رہے جب تک میں اس سے حق نہ لے لوں، جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے ذلیل ہو جاتی ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرتے رہو اور اگر میں اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے اب خدا تم پر رحم کرے نماز کی تیاری کرو۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے یہ تقریر فرمائی۔

"اے لوگو! قرآن کے بعد کوئی کتاب نازل ہونے والی نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، میں نہ تو تم سے بہتر ہوں اور نہ فیصلہ کرنے والا بلکہ میں تو نافذ کرتے والا ہوں میں ایجاد کرنے والا نہیں بلکہ سنت کی پیروی کرنے والا ہوں نہ ہی میں تم پر بوجھ ڈالنے والا ہوں اور ظالم امام سے بھاگنا کوئی زیادتی نہیں ہے اور خالق کی نافرمانی پر مشتمل امور میں مخلوق پر اطاعت لازم نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قائد کی بیعت اس امر پر ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ کو نافذ اور سنت رسولؐ کو جاری کرے گا اور اس شرط کے ساتھ اسلامی نظام میں قیادت انفرادی ہوتی ہے اجتماعی نہیں ہوتی اور یہ قیادت مقید ہوتی ہے مطلق نہیں ہوتی۔

Marfat.com

# اجتماعی قیادت کے نقصانات

اجتماعی قیادت کا مفہوم یہ ہے کہ تشریعی اور تنفیذی اقتدار لوگوں کی ایک جماعت کو حاصل ہو جو اکثریت کی رائے کے مطابق ان اختیارات کو استعمال کرے اور قائدانہ صلاحیتیں اداروں کی تنگنائے میں سمٹ کر رہ جائیں۔ بہرحال اجتماعی قیادت کے قائلین اس کے حسب ذیل جوازات پیش کرتے ہیں۔

(۱) اجتماعی قیادت (COLLECTIVE-LEADER-SHID) سے مسلم جماعت ایک شخص کی غیر قانونی بالادستی کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گی۔

(۲) انفرادی قیادت میں غلطیوں کے زیادہ امکانات ہیں جو اجتماعی قیادت میں کم ہو جاتے ہیں۔

(۳) قیادت کے لئے ہر موقع پر مناسب اور موزوں افراد فراہم نہیں ہوتے۔

ان جوازات کے علاوہ یہ حضرات بعض شرعی جواز بھی پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں آیات واحادیث کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو اسلام میں قیادت کی صورت، اصول شوریٰ اطاعت روح جہاد اور عام اسلامی مفاہیم سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں۔

اجتماعی قیادت کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ یہ اسلام کی تشریحی روح اور تاریخی شواہد کے برخلاف ہے اور اس میں بہت سے نقصانات موجود ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں

۱) اجتماعی قیادت میں ذمے داری باقی نہیں رہتی، تنفیذی قوت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے

۲) اسلام میں قائد کی مسئولیت ظاہری علامتی، اور روائتی نہیں ہوتی بلکہ اسلام سربراہ کو اسلامی جماعت کی قوت محرکہ اور دافعہ قرار دیتا ہے جبکہ اجتماعی قیادت کے تصور میں مسئولیت صرف علامتی ہوتی ہے اور مختلف اداروں میں تقسیم ہوکر کالعدم ہو جاتی ہے۔

۳) اجتماعی قیادت کا یہ مفہوم اسلام کے اطاعت امیر (جو کہ فرد واحد ہوتا ہے) کے تصور سے متصادم ہے اجتماعی قیادت میں یہ کیسے متصور ہوگا کہ امیر کی نافرمانی اللہ کی معصیت ہے۔

۴) اجتماعی قیادت قوم کی رفتار کار کو متاثر کرتی ہے اور توتیں اور صلاحیتیں ضائع کر دیتی ہے اس لئے ہر چھوٹا بڑا معاملہ کسی ادارے اور اجتماعی رائے سے وابستہ ہوکر کام کی رفتار سست بنا دیتا ہے

Marfat.com

جبکہ قائد کی شخصیت سے اس امر کا وابستہ ہونا کام کی رفتار بڑھانے اور معاملات کے فوری حل کر دینے میں ممد ہوتا ہے۔

## شوریٰ کا قبول کرنا لازم نہیں ہے۔

اسلام میں سربراہ یا قائد کے دائرہ اختیار کے وسیع ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ مطلق العنان ہے بلکہ وہ شریعت کا ہر حال میں پابند ہے اور معاملات وسائل میں مشورہ لیتا ہے۔

مشورہ کے ذریعے حاصل ہونے والی آرا کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

یا تو وہ کسی ایسے حکم شرعی سے متعلق ہوں گی جس میں واضح نص موجود ہو، اس صورت میں قائد پابند ہے کہ حکم شریعت کو ہر حال میں نافذ کرے۔

یا اختلافی حکم شرعی سے متعلق ہوں اور اس میں رائے لینے سے امیر کا مقصود یہ ہو کہ اسے ارباب حل وعقد کی رائے سے تقویت حاصل ہو جائے۔

یا کوئی سیاست یا انتظام سے متعلق مسئلہ ہو اور قائد اس میں رائے لے کر راجح پہلو پر عمل کرے خواہ وہ اکثریت کی رائے ہو یا اقلیت کی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے روز مسلمانوں کو لے کر باہر نکلے، حالانکہ مسلمانوں کی رائے باہر نکلنے کی نہ تھی۔

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ۝ (الانفال: ۶)

(اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لئے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف سے ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں

ایک موقع پر لشکر کی رد و بدل میں آپؐ نے حباب بن المنذر کی رائے کو ترجیح دی اور دوسرے اصحاب کی رائے کی جانب رجوع نہیں فرمایا۔ آپؐ نے عریش کی تعمیر کے مسئلہ میں سعد بن معاذ کی رائے کو پسند فرمایا اور اساری بدر کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی توثیق فرمائی آپ نے ابولبابہ کو مدینہ کا عامل مقرر کیا، ابن ام مکتوم کو نماز کی ذمے داری سپرد فرمائی اور حضرت مصعب بن عمیر کو جھنڈا عطا فرمایا

Marfat.com

اور اکثریت یا اقلیت کی جانب رجوع نہیں کیا۔

احد کے موقع پر مسلمانوں کی رائے مدینہ سے باہر جا کر جنگ کرنے کی نہ تھی لیکن آپ نے فرمایا کہ جب کوئی نبی جنگ کے لئے تیار ہو جائے تو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ بغیر جنگ ہتھیار رکھ دے۔

عصر نبوتؐ میں مسلمانوں نے اسی پر عمل کیا کہ قائد اور امیر سیاسی امور کا تعین کرتا وفود بھیجتا والیوں کے عزل و نصب کرتا اور لشکر تیار کرتا اور اس بارے میں اکثریت یا اقلیت کی رائے لازمی پابندی نہ کرتا بلکہ مختلف آراء سے جو رائے اس کے ذہن میں پختہ ہو جاتی اس پر عمل کرتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے شام لشکر روانہ فرمایا حالانکہ کبار صحابہ کو اس سے اختلاف تھا۔ خود حضرت عمرؓ کی رائے اس کے برخلاف تھی اور انہوں نے فرمایا کہ آپ لشکر روانہ کر رہے ہیں اور عرب میں آپ کے خلاف اضطراب پایا جاتا ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے جو لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا، اس کو میں نہیں روک سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے فرمایا کہ ان سے جنگ نہ کی جائے مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان سے تنہا ہی جہاد کروں گا۔ اور اس وقت تک جنگ کروں گا۔ جب تک تلوار پہ میری گرفت باقی رہے گی۔

یہ چند مثالیں اس امر کی وضاحت کے لئے کافی ہیں کہ ایک فرد جو کہ صاحب صلاحیت ہو مسلمانوں کا امیر ہوگا اور ایک سے زائد افراد نہیں ہوں گے۔

اس کی منطقی دلیل یہ ہے کہ اکثریت میں اختلاف رائے ہوگا۔ اور اس کے فیصلہ کے لئے کسی کو حکم بنایا جائے گا۔ جو کہ ایک فرد ہوگا اس لئے مناسب ہے کہ پہلے ہی معاملات ایسے فرد کو سپرد کئے جائیں جو صاحب صلاحیت ہو۔

## قائدانہ صفات اور فلسفۂ اطاعت

اسلام نے یہ اصول متعین کیا ہے کہ معروف میں امیر کی اطاعت کی جائے اور اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی کے درجہ میں ہے اور یہ کہ ہر جماعت کا ایک فرد امیر ہو۔ اس اصول کے ساتھ اسلام نے یہ شرط نہیں لگائی کہ امیر کوئی منفرد اور یکتا شخصیت ہو جو علم وعزت

Marfat.com

ہیں دوسرے لوگوں سے زیادہ ہو اور یہ کہ اگر ان میں کوئی شرط موجود نہ ہو تو انفرادی قیادت کے بجائے اجتماعی قیادت اختیار کی جائے۔

بلکہ اسلام اس تصور ہی کے خلاف ہے کیونکہ اسلام نے ہر امیر کی اطاعت لازم قرار دی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو بشرطیکہ مسلمانوں نے اپنی رضامندی سے اسے امیر منتخب کر لیا ہو، چنانچہ فرمان نبوت ہے کہ

" سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایک ایسا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جس کا سر کشمکش کی طرح ہو۔" (بخاری)

اور فرمایا[۴]

" مسلمان تمام برابر ہیں، ان کے ذمے کو ان کا ادنیٰ بھی پورا کرتا ہے اور وہ اپنے سوا پر قوت والے ہیں۔"

ان مفاہیم کی وضاحت ہو گئی ہے اور ان پر حبشی اسامہ کی دلیل موجود ہے کہ ان سے زیادہ علم و فضل اور عمر میں بڑے لوگ موجود تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ان کی اطاعت کی اور ان کی رائے کو تسلیم کیا کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو کار خیر میں اطاعت کی عادت ہو اور وہ قائد کی شخصیت سے صرف نظر کر کے محض حق کی اطاعت کریں اور جو اختلاف رائے ہو وہ شخصی اور ذاتی نہ ہو بلکہ اصولی اختلاف ہو اور بر بنائے حق ہو۔

## خلاصۂ کلام

اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ شوریٰ اسلام کے نظام سیاست کی ایک اساسی خصوصیت ہے لیکن جن معاملات میں نص موجود ہو وہاں شوریٰ کی ضرورت نہیں ہے اور جن معاملات میں مبنی بر اجتہاد شرعی حکم کی ضرورت ہو وہاں دلیل کی قوت پر نظر رکھی جائے نہ کہ محض اکثر رائے پر، اور اس سلسلے کی تفصیلات صاحب صلاحیت قائد کی صوابدید پر موقوف ہوں گی بہرحال اسلام میں اجتماعی قیادت نہیں ہے اور اسلام کے کسی دور میں اجتماعی قیادت نہیں رہی ہے بلکہ یہ ایک جدید نفوذ ہے جس کو مسلمانوں نے جدید نظام ہائے سیاست کے زیر اثر قبول کیا ہے اور یہ دراصل انفرادی اطاعت کی ذمہ داریوں سے فرار اور شخصی انانیت کا اظہار ہے۔

---

Marfat.com

# ہمارے نفسیاتی امراض

## داعیان اسلام کو اپنے عیوب سے واقف ہونا چاہیئے

انسان طبعاً خطا کار ہے کیونکہ اس میں خیر و شر کی کشمکش موجود ہے جس کی بنا پر وہ ہبوط وارتقاء کے مراحل سے گزرتا رہتا ہے تا آنکہ اس پر ایک پہلو غالب آجاتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

(الشمس: ۹ - ۱۰)

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسکو (فجور میں) دبا دیا۔

اسی مفہوم کی جانب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ

"قلوب پر فتنے اس طرح پے درپے آتے ہیں جیسے چٹائی میں کھجور کے پتے اوپر تلے آتے ہیں، جس قلب میں فتنہ رچ گیا اس میں ایک سیاہ نکتہ لگ گیا اور جس قلب نے اسے قبول نہیں کیا اس میں سفید نکتہ لگ گیا یہاں تک کہ ایک قلب بالکل سفید ہو گیا اور اب جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اسے کوئی فتنہ نقصان پہنچانے والا نہیں ہے اور ایک قلب بالکل سیاہ ہو گیا کہ اسے معروف و منکر کا کوئی شعور ہی باقی نہیں رہا۔

انسان کو اپنی خطا کا احساس ہونا چاہیئے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور سب سے اچھا خطا کار وہ ہے جو بہت توبہ کرنے والا ہو۔ یہ اصول عام لوگوں کے لیئے ہے جبکہ خواص کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفوس کا

Marfat.com

تجزیہ کریں اور اپنی خامیوں اور نقائص کا ادراک کرکے اپنے قلوب کو ان امراض سے پاک کریں اور اپنے نفس کا تزکیہ کریں تاکہ ملأ اعلیٰ سے ان کا رابطہ استوار ہو سکے، اور وہ آخرت کے لئے تقویٰ کا زادِ راہ جمع کر سکیں۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ

(البقرہ: ۱۹۷)

اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو۔ کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری) سے) بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

داعیانِ اسلام کو بطورِ خاص اپنی کمزوریوں خامیوں اور عیوب سے واقف ہونا چاہیئے اور ان کی اصلاح کرکے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے مثالی نمونہ بنانا چاہیئے نیز داعیانِ حق کو چاہیئے کہ وہ کسی عیب اور گناہ کو کم نہ سمجھیں کیونکہ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں کی جانب لے جاتے ہیں اور جو شخص صغیرہ گناہوں کو حقیر سمجھتا ہے وہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہو کر رہتا ہے۔

عیوب کی دریافت کے وسائل متعدد اور ان کی اصلاح کے کئی طریقے ہیں۔

**اوّل**: ایک وسیلہ یہ کہ عالم باعمل اور صالح داعیانِ حق کی مجلس میں بیٹھنا چاہیئے اور ان کے نصائح اور اقوالِ حسنہ سے مستفید ہونا چاہیئے، احادیثِ نبویؐ میں اس طریقے کے اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں جاؤ تو ان سے خوب لطف اندوز ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ جنت کے وہ باغ کون سے ہیں، آپ نے فرمایا علمی مجالس۔ (طبرانی)

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے علماء کی مجالس میں شرکت کرتے رہو، دانایانِ حکمت کا کلام سنتے رہو کہ اللہ سبحانہٗ نورِ حکمت سے دلِ مردہ کو زندہ کر دیتا ہے جس طرح کہ مردہ زمین بارش سے زندگی حاصل کر لیتی ہے۔ (ابو یعلیٰ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے کس کی ہم نشینی بہتر

Marfat.com

ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کا دیکھنا تمہیں خدا کی یاد دلائے جس کی گفتگو تمہارے عمل میں اضافہ کرے اور جس کا عمل آخرت کی یاد تازہ کرے (ترمذی، ابو داؤد)

**دوم:** ایسے اشخاص کے ساتھ رہے جو دیندار، متقی صادق اور صاحب ورع ہوں جو اس کے اعمال و اطوار پر نظر رکھیں اور غلطی کوتاہی اور کمی کی نشاندہی کرتے رہیں کہ اسلامی اخوت کے بھی تقاضے ہیں چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ہمیشہ مؤمن کی مصاحبت میں رہو اور تمہارا کھانا متقی شخص ہی کھائے۔

حضرت عمرؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اس کے باوجود آپ فرمایا کرتے کہ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میری کمزوریوں سے آگاہ کر دے اور آپ حضرت حذیفہؓ سے پوچھتے کہ آپ تو منافقین کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سر رہے ہیں کیا آپ مجھ میں نفاق کے کچھ آثار دیکھتے ہیں۔

**سوم:** انسان دوسروں کے عیوب کے درپے ہونے کے بجائے اپنے عیوب پر نظر رکھے۔ اور ہر برائی سے اجتناب کرے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ سے جب پوچھا گیا کہ آپ کی اخلاقی تربیت کس نے کی۔ تو آپ نے فرمایا کسی نے نہیں۔ بلکہ میں نے جو بھی جاہلانہ بات دیکھی اس سے اجتناب کیا۔

داعیٔ حق کو چاہیئے کہ اپنی جن خامیوں سے واقف ہوتا جائے ان کی اصلاح کرتا جائے اور اعمال صالحہ پر ثابت قدمی اختیار کرتا جائے اور نفس کے علاج اور گناہوں پر غلبہ پانے کا واحد طریقہ توبہ صادقہ ہے جس کے لئے قلب کا یہ عزم صمیم ناگزیر ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جن امور سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا ہے اور ان امور سے بھی اجتناب کرنا ہے جن کی بنا پر حرام کا ارتکاب ہو سکتا ہے کہ فرمان نبوت ہے کہ

"جو شخص شبہات سے بچتا رہا۔ اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کی حفاظت کی اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا"

اپنی خطاؤں کے بارے میں تامل اور فکر کرنا چاہیئے اور اللہ رب العزت کا خوف دل میں پیدا کرنا چاہیئے اور یہ عہد کرنا چاہیئے کہ اللہ کی نافرمانی نہ ہوگی اور اس توبہ کو نوافل اور عبادات

Marfat.com

شب سے تقویت پہنچانی چاہیئے

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (الاسراء : ۷۹)

اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجیئے - جو کہ آپ کے لئے (فرض نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے - امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا کہ تقوی کس شئے سے پورا ہوتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ دوسروں کی خطاؤں سے صرف نظر کر کے اپنی خطاؤں پر نظر رکھی جائے اور قلب کی گہرائیوں سے خدا کی حمد و ثنا کی جائے خدا سے ثواب کی امید رکھی جائے اور توبہ پر ثابت قدم رہا جائے۔

عبادت اگر حسن و خوبی سے انجام دی جائے اور نفس کا تزکیہ کیا جائے اور خلوص قلب کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوا جائے تو عبادت کے فوائد مرتب ہوتے ہیں اور ترقی اور کمال حاصل ہوتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (العنکبوت : ۴۵)

بیشک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے۔

فرمان نبوتؐ ہے کہ

" اگر کسی کے گھر کے دروازے پر نہر ہو اور اس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گا۔؟ اسی طرح اللہ سبحانہ پانچ نمازوں سے انسان کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے " (بخاری و مسلم)

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں توفیق طاعت ارزانی فرمائے معصیت سے محفوظ فرمائے اور ان لوگوں میں سے فرمائے جو اچھے قول کو سنکر اس کی اتباع کرتے ہیں۔

Marfat.com

# داعیانِ اسلام اور مرض تکبر

مکائدِ شیطانی، تلبیس ابلیس اور القاء شر کا بڑا ہدف داعیان اسلام ہوتے ہیں اس لئے کہ عوام الناس کو شیطان اپنی گرفت میں لے کر انہیں اپنا مطیع بنا چکا ہوتا ہے اور شیطان انہیں دھوکہ میں مبتلا کر کے اپنے گروہ میں شامل کر چکا ہوتا ہے۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا

(النساء : ۱۲۰)

(شیطان) ان لوگوں سے وعدے کیا کرتا ہے اور ان کو ہوسیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

داعیان اسلام امراض قلب اور آفات نفوس کا زیادہ شکار ہوا کرتے ہیں اور ان لوگوں سے زیادہ شیطان کے وساوس کا مرکز بنتے ہیں جن کے قلوب مردہ اور جن کے نفوس تاریک ہو چکے ہیں

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرہ : ۷)

بند لگا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے سزا بڑی ہے۔

اس لئے ان امراض کا بیان ضروری ہے۔ جن سے داعیان حق کو سابقہ پیش آ سکتا ہے تاکہ وہ ان پر متنبہ ہو جائیں ان سے تحفظ کی تدابیر کریں اور نفوس کو ان بیماریوں سے بچانے کے اسباب اختیار کریں اور انحرافات اور فتنوں سے بچتے رہیں۔

Marfat.com

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات: ۵۵)

اور سمجھاتے رہئے۔ کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا۔

## مرض تکبر

داعیان اسلام کے حق میں سب سے خطرناک مرض تکبر ہے کیونکہ داعی کے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ اس میں اس مرض کے پھلنے اور پھولنے کے بڑے مواقع ہیں، اور اس سے تحفظ کی شعوری کوشش بے حد ضروری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے کہ اے اللہ میں تکبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ابلیس کی سرکشی او رتکبر اور اس پر حق جل شانہٗ کی ناراضگی کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح شیطان لعین تکبر کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا ملعون خلائق بنگیا کہ اس نے بربنائے تکبر اپنی برتری کا دعویٰ کیا تھا۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ

(الاعراف: ۱۲)

کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپنے خاک سے پیدا کیا۔

## غرور علم وفضل

تکبر کے متعدد اسباب ہیں، جن میں سے علم کا غرور سب سے زیادہ شدید اور سخت ہے اور اکثر داعیان اسلام اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں اور خطابت تصنیف اور تعلیم سے غرور علم پیدا ہوتا ہے اسی طرح علمی سندات اور تعلیمی مدارج اس شیطانی وسوسے کا سبب بنتے ہیں، اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"آفت علم تکبر ہے"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو شخص اس لئے علم حاصل کرتا ہے کہ علماء سے مباحثہ کرے جاہلوں پر اظہار برتری کرے اور لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرے تو اللہ اس شخص کو جہنم میں داخل کرے گا۔

Marfat.com

داعیانِ حق کو اس مرض سے سختی کے ساتھ بچنا چاہیئے اور یہ احساس رکھنا چاہیئے کہ جس اللہ نے انہیں تحریر و تقریر کی صلاحیتیں عطا کی ہیں وہ انہیں سلب بھی کر سکتا ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں اور ان نعمتوں پر ناشکری نہ کریں۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

(ابراہیم : ۷)

اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ (نعمت) دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یہ سمجھ رکھو کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

شکر نعمت کی علامت اللہ سبحانہ کی خشیت، اس کی اطاعت، اس کی نافرمانی سے احتراز اور اس کی عظمت کے سامنے تواضع اختیار کرنا ہے اور اپنے علم کو لوگوں کی ہدایت اور تعلیم اور دعوت و ارشاد کے کام میں لاتے رہنا ہے۔

داعیان اسلام پر فرض ہے کہ ہر خطاب ہر دعوت ہر تحریر اور تقریر کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور یہ دیکھیں کہ ان میں عجب اور تکبر تو پیدا نہیں ہوا۔ اور ان کے نفس میں اپنی تحریر و تقریر کی عمدگی کے احساس سے اپنی ستائش کا جذبہ تو بیدار نہیں ہوا، ہر ایسے خیال اور جذبے کو دل سے مٹا کر خالص رضائے الٰہی کے لئے کار دعوت انجام دیں کہ حق سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ

"کبریا میری ردا اور عظمت میری ازار ہے جو مجھ سے اس میں سے حصہ لینے کی کوشش کرتا ہے میں اس سے ناراض ہوتا ہوں۔"

(ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان)

## دینداری کا غرور اور نیکی کا ہیضہ

دین میں تشدد اور غلو اختیار کرنے والوں کو یہ مرض لاحق ہوتا ہے اور ان لوگوں کو بھی متاثر کرتا ہے جو تدریجی طور پر دین میں پختہ کار نہیں ہوئے بلکہ ایک فوری دینی لہر کے اثر آئے ہوتے ہیں اسلام ہر دینی معاملہ میں اعتدال اور توسط کی تلقین کرتا ہے اور متعدد احادیث میں افراط اور تفریط سے منع کیا گیا ہے مثلاً فرمایا

Marfat.com

"جس نے دین میں تشدد اختیار کیا وہ ختم ہو گیا"

فرمایا کہ"

"یہ دین سخت ہے اس میں نرمی سے داخل ہو"

اور فرمایا کہ"

"سخت گیر اور متشدد ہلاک ہو گئے۔

ان فرامین کا مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی میں شیطان کی گزرگاہیں بند کر دی جائیں اور نفس کو ان امور ہی کا مکلف رکھا جائے جن کی اس میں طاقت ہے۔ کیونکہ تیز رفتار مسافر کی سواری بھی مر جاتی ہے اور سفر بھی پورا نہیں ہوتا اور اللہ سبحانہ انہی اعمال کو پسند فرماتا ہے جو دائمی ہوں اور ہمیشہ ان پر عمل کیا جاتا رہے اگرچہ وہ اعمال کم مقدار میں ہوں۔

صحیح دینداری یہ ہے کہ انسان تزکیہ نفس کے مراحل سے گزرتا ہے اور اپنی عبادت کو کمال تک پہنچاتا ہے اور کمال عبودیت کے ذریعے کمال انسانیت کی منازل طے کرتا رہے تا آنکہ اس کا نفس عبودیت آلہی کے ماسوا ہر جذبہ اور ہر خواہش سے آزاد ہو جائے بہرحال دین داری کا فخر و غرور اللہ سبحانہ کو پسند نہیں ہے کیونکہ اس سے اس کی حقیقت اور اس کے مفاہیم ضائع ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ

"دینداروں کی چیخوں سے مجھے گنہگاروں کی سسکیاں زیادہ محبوب ہیں۔

داعیانِ حق کو چاہیئے کہ اپنے دینی مسائل کا جائزہ لیتے رہیں اپنے دلوں میں خلوص پیدا کریں اور اپنی دینداری میں تواضع کو غالب رکھیں اور فخر و غرور سے احتراز کریں کہ مرض غرور نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے اور اللہ کی ناراضگی کا ہدف بنا دیتا ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت گنہگار اور شریر تھا، وہ ایک بندۂ عابد کے پاس آیا وہ شخص اس قدر عبادت گزار تھا کہ اس کے سر پر بادل سایہ کئے رہتا تھا، اس گنہگار شخص نے سوچا کہ میں اس عابد شخص کے پاس بیٹھ جاؤں شاید خدا مجھ پر رحم کرے چنانچہ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا، مگر عابد نے یہ سوچا کہ میں عابد و زاہد انسان اس گنہگار کے پاس کیوں بیٹھوں چنانچہ اس نے اس گنہگار شخص سے کنارہ کشی کی اور کہا کہ تم میرے پاس سے چلے جاؤ اس پر اللہ سبحانہ نے اس وقت کے نبی کو وحی

Marfat.com

کی کہ تم ان دونوں کو حکم دو کہ از سرِ نو اعمال کا آغاز کریں کہ میں نے بندۂ گنہگار کو بخشش دیا ہے کہ بندۂ عابد کے اعمال ضائع کر دیئے ہیں، اور اسی وقت بادل عابد کے سر سے ہٹ کر اس گنہگار کے سر پر آگیا۔

## غرورِ شخصیت

اگر انسان خود پسندی کا شکار ہو اور اپنی صورت، اپنے کمال، اپنی شخصیت اور اپنے لباس وغیرہ پر فخر محسوس کرے تو اس میں غرورِ شخصیت پیدا ہو جاتا ہے ان میں سے کسی امر پر دوسروں کی جانب سے تحسین بھی خود پسندی اور عُجب کا سبب بنتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اصل اعتبار انسان کے اعمال اور ان کے خلوص و احسان کا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ تمہارے جسموں اور صورتوں کی جانب نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب کو دیکھتا ہے۔

بہرحال داعیانِ حق کو چاہیئے کہ جب ان میں فخر و غرور سر اٹھائے اور شیطانی وساوس کے زیرِ اثر تکبر کے جذبات پیدا ہوں تو وہ اپنے جسم کی اندرونی حالت پر غور کریں کہ جسم کے اندر ماسوا گندگی کے اور کچھ نہیں ہے خون اور غلاظت اور دونوں اشیاء ناپاک اور نجس، اور اپنے آغازِ تخلیق اور اپنے انجام یقینی پر غور کریں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝
مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۝ (عبس : ۱۷)

خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب ہے کہ) نطفہ سے (پیدا کیا۔ آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ) اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضا) کو اندازے سے بنایا پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ آسان کر دیا۔ پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی۔ پھر اس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا۔

Marfat.com

# داعیانِ حق اور اطاعتِ الٰہی

داعیان حق کی اہم ذمے داری یہ ہے کہ وہ اپنے نفس اور روح کا جائزہ لیتا رہے اور اس کے تزکیہ کی فکر کرے اور کسی بھی وقت مراقبۂ نفس سے تغافل نہ کرے کیونکہ نفس بہت برائی کا حکم کرنے والا ہے اور شیطان نفس پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتا اور اسے گمراہ کرتا ہے اور فرمان نبوت ہے کہ

"سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور بعد الموت کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہش پر چلے اور اللہ سے آرزو ئیں باندھتا ہے"

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اسی مفہوم پر مشتمل حضرت عمر بن الخطاب کی وصیت ہے کہ

"حساب آخرت سے پہلے اپنے نفوس کا محاسبہ کرو اور اپنے وزن سے پہلے اپنے اعمال خود وزن کرتے رہو اور یوم آخرت کی تیاری کرو۔"

آج کے دور میں داعی حق کو جاہلی اثرات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور ایسے معاشرے سے مزاحمت کرنی پڑتی ہے جو سراسر دین حق سے دور ہے اور تہذیب جدید کے مظاہر ایمان کو سلب کرنے کے درپے ہیں، نیکی کی اقدار ختم ہو چکی ہیں، اخلاق تباہ ہو چکے ہیں اور معاشرے میں رذائل اور فواحش عام ہیں۔ اس لئے داعیٔ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مضر اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کر رضائے الٰہی کے لئے سعی کرتا ہے اور جاہلی معاشرہ کا مقابلہ کرتا رہے

اپنے آپ کو دور جدید کی جاہلیت سے محفوظ رکھنے کا کام ایک اہم مسئلہ ہے اور تحریک اسلامی کے کارکنوں اور قائدین اور دعوت حق کے مبتدئین اور مسئولین سب کو چاہیئے کہ وہ درج ذیل امور

Marfat.com

کے لحاظ سے روزانہ اپنا محاسبہ کریں۔

۱) قیام لیل (تہجد اور نوافل شب) روحانی ترقی اور قوت ایمانی میں اضافہ کا بہت موثر ذریعہ ہے۔
چنانچہ فرمایا

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْئًا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ
(المزمل : ۶)

بیشک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے۔
اور (دعا یا قرأت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

داعیٔ حق کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس نے قیام لیل اور نماز شب میں وقت گزارا ہے اور عبادتِ شب سے مقام محمود کے حصول کی سعی کی ہے یا رات کی گھڑیاں غفلت کی نیند میں گزر گئی ہیں

و شب آخر میں حق سبحانہٗ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں کہ کوئی استغفار کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کردوں، کوئی مجھے پکارنے والا ہے کہ میں اس کی پکار کا جواب دوں مجھ سے کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو دوں۔

نیز فرمایا

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ : ۱۶)

ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں۔

اور فرمایا

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (الذاریات : ۱۷)

وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

مزید فرمایا

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ
الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
(الزمر : ۹)

Marfat.com

بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ وقیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو۔ اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو آپ کہئے کہ کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔ وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز شب میں مصروف رہا کرو کہ عبادتِ شب ہمیشہ صالحین کا طریقہ اور قرب الٰہی کا ذریعہ رہا ہے اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور جسمانی امراض بھی دور ہوتے ہیں۔ (احمد، ترمذی)

۲) فرشتگان خداوند شب و روز بوقت فجر اور عصر تبدیل ہوتے ہیں اور جب آسمان پر جاتے ہیں تو حق سبحانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، تو وہ کہتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تو وہ نماز میں تھے اور جب ہم واپس آئے تو وہ نماز میں تھے۔

اس حدیث کو مدنظر رکھ کر اپنا محاسبہ کرو کہ کیا تم نے نماز صبح با جماعت پڑھی اور کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جس نے نماز صبح پڑھ لی وہ اللہ کے ذمے میں ہے اب اے ابن آدم کوئی شے تجھے اللہ کے ذمے سے واپس لینے والی نہ ہو" (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر سب سے گراں نماز فجر اور نماز عشاء ہے، اگر تمہیں ان کی عظمت کا احساس ہو جائے تو تم ضرور نماز کے لئے آؤ چاہے گھسٹ ہی کر ہی آنا پڑے میں تو یہ ارادہ بھی کرتا ہوں کہ نماز کا حکم دوں، کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور پھر لوگوں کے ساتھ لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے گھر جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

۳) داعیٔ حق کو چاہیئے کہ وہ قرآن کریم سے اپنے قلب کو سکینت و طمانیت پہنچاتا ہے اور ذکر الٰہی سے اپنے دل کو جلا دیتا رہے اور قرآن کریم کی تلاوت اس شوق اور تاثر کے ساتھ کرے جیسا کہ قرآن کریم ابھی اس پر نازل ہو رہا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

(الانفال : ۲)

(کیونکہ) بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان

Marfat.com

کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

آپ محاسبہ کریں کہ کیا آپ نے نماز فجر کے بعد کچھ حصّہ قرآن کریم کا تلاوت کیا ہے اور اللہ کو بچشم تر دردمندی اور عاجزی سے پکارا ہے، یا دل سخت اور قلب سنگدل ہی رہا اور کوئی گداز پیدا نہیں ہوا، کہ تلاوت صبح کے بارے میں ارشاد ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (الاسراء ۷۸)

بیشک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

اور فرمان نبوتؐ ہے کہ

"جس کے سینہ میں قرآن کا کوئی حصّہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے"۔ (ترمذی)

اور فرمایا کہ

"جو شخص قرآن تلاوت کرتا ہے اسے نبوت کا ایک حصّہ مل جاتا ہے ماسوا اس کے کہ اسے وحی نہیں ہوتی۔ جس شخص کے سینہ میں کلام الٰہی ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی پر غصہ کرے اور نادانی کرے"۔ (حاکم)

۴) جب داعیٔ حق کھانا کھائے تو غور کرے کہ کھانے کا کیا مقصد ہے اور یہ نعمتیں اور طیبات اللہ نے اس مقصد کے لئے پیدا فرمائی ہیں کہ بندہ ان پر شکر الٰہی ادا کرے اور ان سے تقویت حاصل کر کے اللہ کی عبادت میں مصروف اور ان سے توانائی حاصل کر کے راہِ حق میں جہاد کرے۔

داعیٔ حق یہ محاسبہ کرے کہ جو غذا وہ کھا رہا ہے وہ حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟

۵) جب گھر سے نکلو تو یہ سوچو کہ اسلام عمل کی فہمائش کرتا ہے اور جد وجہد اور کوشش سے فضل الٰہی کی تلاش کا حکم دیتا ہے۔

غور کرو کہ یہ جہاد تم نے کیا ہے اور خلوص وصدق دل سے حلال روزی کی سعی کی ہے کیا فقراء اور مساکین پر خرچ کیا ہے کیا راہ حق میں زکوٰۃ دی ہے اور حق سبحانہٗ کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیا ہے۔

حضرت مقداد بن معد یکرب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کے عمل سے آدمی جو کھانا کھاتا ہے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے۔ (احمد)

۶) یہ خیال رکھئے کہ راستہ سے گزرتے ہوئے اور چلتے ہوئے آپ کی نظر کسی حرام پر نہ پڑے

Marfat.com

اگر نظر پڑ جائے تو استغفار کیجیے، اگر کوئی نامحرم عورت نظر آجائے تو استغفار کیجیے اور حق سبحانہٗ سے ڈریئے اور ہر دعوتِ گناہ سے ڈرتے رہیئے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَھُنَّ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰھِلِیْنَ ٥ (یوسف : ۳۳)

یوسف نے دعا کی اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں۔ اس سے تو جیل میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو میں ان طرف مائل ہو جاؤں گا۔ اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

آپ کو اپنا احتساب کرتے رہنا چاہیئے اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ آپ نے رزقِ حلال حاصل کیا ہے یا نہیں، خلاف شریعت تو کوئی کام نہیں کیا، کیا آپ کے تمام اعمال شبہات سے پاک ہیں اور آپ کے اعمال تقویٰ کے مطابق ہیں

فرمان نبوت ﷺ ہے کہ

"بندہ اس وقت تک تقویٰ شعار نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان امور کو ترک نہ کر دے جن میں کوئی شبہ ہو" (ترمذی)

" آپ یہ جائزہ لیجیئے کہ اسلام کس حد تک آپ کی زندگیوں میں جاری ہو گیا ہے اور کس حد تک لوگ آپ کے علم و عمل آپ کی دعوتِ حق سے مستفید ہو رہے ہیں۔ کیا آپ اپنے دعوت کے ساتھیوں اور کارکنوں سے ان کے گھروں پر جا کر ملاقات کرتے ہیں اور انہیں تحریک اسلامی کی جانب مائل رکھنے کی سعی کرتے ہیں، اور کیا آپ کی ہر حرکت و عمل تحریک اسلامی کے فروغ اور دعوت اسلامی کی کامیابی کے لئے ہوتی ہے۔

فرمان نبوت ہے کہ

"تمہارے ذریعے سے اللہ کسی کو ہدایت دے دے تو تمہارے لئے یہ سارے جہان سے بہتر ہے" (طبرانی)

وقت کو دعوتی کام میں لگایئے اور کوشش کیجیئے کہ وقت کارآمد ہو کیونکہ یہ دو دھاری تلوار ہے

Marfat.com

اگر تم اسے قطع نہیں کرو گے تو یہ تمہیں قطع کر دے گی۔

فرمان نبوتؐ ہے کہ کلمۂ حق عطیہ ہے، تم خود حق سنو، اس کو سمجھو اور اسے اپنے بھائی تک پہنچا دو۔ (طبرانی)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو ہدایت کی بات بتائی اسے اس پر سب عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا۔ اور خود ان کے عمل میں بھی کوئی کمی نہیں آئیگی اور جس نے کسی گناہ کی جانب لوگوں کو بلایا تو اسے سب کے گناہوں کا گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۸) اپنے نفس کا محاسبہ کرو کہ کتنا وقت اسلام کی تعلیمات کے حصول میں صرف کیا ہے کیونکہ تم ایسے معاشرے میں رہ رہے ہو جس میں متعدد ثقافتیں افکار اور تصورات پھیلے ہوئے ہیں اور ضروری ہے کہ داعیؑ ان تمام تصورات اور افکار کی تنقیح کر کے ان کا جائزہ لے اور صحیح اسلامی موقف اختیار کرے۔

آپ محاسبہ کریں کہ آج کے روز کس قدر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور دین کے بارے میں اپنے علم میں کس قدر اضافہ کیا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم حاصل کرو کہ اللہ کے لئے حصول علم خشیت آلہی ہے طلب علم عبادت ہے علم کی یاد تسبیح ہے، تلاش علم جہاد ہے، جو علم نہ جانتا ہو اسے علم سکھلانا صدقہ ہے اس کے اہل کو علم دینا تقرب الٰہی ہے علم ہی کے ذریعے حلال وحرام کا علم ہوتا ہے، یہی اہل جنت کے راستوں کی روشنی ہے یہی وحشت میں انیس ہے، غربت کا ساتھی ہے خلوت کا ہم نشین، گرم وسرد حالات میں راہنما ہے دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے اور دوستوں کے پاس زینت ہے۔ اللہ ان کے ذریعے اقوام کو بلند کرتا ہے انہیں قائد خیر بناتا ہے لوگ ان کی راہنمائی قبول کرتے ہیں ان کے افعال کی اتباع کرتے ہیں اور ان کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں۔

۹) آپ اپنے نفس سے راہ حق میں قربانی کا محاسبہ کیجئے اور یہ دیکھئے کہ آپ نے اپنے وجود کو کس حد تک آلودگیوں سے پاک کیا ہے اور ان کی گرفت سے آزاد کرایا ہے کہ زندگی کا خوف مانع جہاد ہے مادی مفادات کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ دعوتِ حق میں حارج ہوتا ہے اور اہل وعیال سے تعلق خاطر کار دعوت میں تعویق پیدا کرتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں مصلحت اسلام ہی غالب لانی چاہیئے

Marfat.com

اور ہر خواہش اور ہر جذبہ اور ہر میلان اعلائے حق کا تابع ہونا چاہیئے اور نفس کو ہر وقت اور ہمیشہ اللہ کی راہ میں جان نذر کر دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں تلے ہے۔

حضرت عقبۃ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واعدوا لھم مااستطعتم من قوۃ میں قوت سے مراد تیر اندازی ہے؛

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے حضور بغیر جہاد حاضر ہوگا اس کے وجود میں ایک کمی ہوگی۔

۱۰) اپنے نفس کے بارے میں اور اپنے وجود کے بارے میں غور کیجیئے کہ اس کا کیا حق ہے اور جہاد کے لئے جسم کو تیار رکھنے کے لئے اس کی کیا ضرورتیں ہیں، اس لئے کہ مومن قوی اللہ کو مومن ضعیف سے زیادہ محبوب ہے؛

جسم کو جہاد کے لئے اور راہ حق کے لئے تیار کرنے کے لئے ورزش کیجیئے، تیرنا سواری کرنا اور گاڑی چلانا سیکھئے زیادہ جاگنے زیادہ کھانے پینے اور چائے، سگریٹ اور نقصان دہ اشیاء سے پرہیز کیجئے۔

تمہیں ہر حال میں اسلام کا سپاہی بنا رہنا چاہیئے اور ہر وقت اس طرح تیار رہنا چاہیئے، جیسے ابھی معرکہ درپیش ہو۔

Marfat.com

# داعیانِ اسلام اور برادرانہ تعلقات کی شرعی حدود

ہر مسلمان اور ہر داعئ اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اسلام کی راہنمائی قبول کرے اور بغیر کسی تنگئ دل اور حرج کے حکم الٰہی پر چلے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ٦٥)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے، جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔

اگر داعئ حق بھی اپنے میلانات پر چلے اور حظ نفس کی خاطر عدم خلوص کی روش اختیار کرے تو اس سے بڑا شر اور اس سے بڑی برائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ روش ان اصولوں کا انکار ہے جن کے وہ پرچارک ہیں اور اس طرز عمل میں اور شریعت اسلامیہ میں تناقض اور تضاد ہے اس لئے کہ مؤمنین کی یہ صفات نہیں اور داعی کے یہ اخلاق نہیں ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط

(الاحزاب: ٣٦)

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان مؤمنین کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔

Marfat.com

اسلام کے ساتھ داعیٔ حق کی وابستگی دائمی ہونی چاہیئے کہ وہ ہر حالت اور ہر کیفیت میں اللہ کا سپاہی بنا رہے اور خلوص اور صدق نیت کے ساتھ جہاد حق میں مصروف رہے۔

## اخوّت اور حب فی اللہ

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے میرا ارادہ اس میں اضافہ یا اس پر تنقید کا نہیں ہے بلکہ میرا مقصود اس مسئلہ کی شرعی حدود کا بیان کرنا ہے تاکہ اس موضوع سے متعلق اگر کوئی اشتباہ ہو تو وہ ختم ہو جائے اور کوئی غلط فہمی ہو تو وہ دور ہو جائے اور اللہ سے تعلق خلوص و محبت کا قائم ہو جائے۔

## اخوّت اور شریعت کا مفہوم

اسلام میں اخوت ایک ایمانی رشتہ اور عقیدہ کا تعلق ہے اور اسی تعلق میں تمام مسلمان باہم مربوط ہیں، اس تعلق کی وضاحت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ

• "ایمان کی سب سے مضبوط کڑی اللہ پر ایمان اور اللہ سے تعلق سے محبت اور اللہ کے تعلق سے نفرت کرنا ہے۔" (احمد)

اخوت اسلامی اور ایمان پر مبنی برادری اسلامی معاشرہ کی اساس اور اسلامی معاشرے کے افراد کے باہمی ارتباط کی روح ہے۔ مدینہ منورہ کے اولین اسلامی معاشرے کی عقیدہ کے بعد دوسری اساس یہی اسلامی اخوت تھی اسی لئے ایمان کی بنیاد پر محبت کرنے والوں کو روز قیامت اجر حسن کا وعدہ کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو دو افراد اللہ کے تعلق سے محبت کرتے ہیں، ان میں زیادہ محبت کرنے والا اللہ کو زیادہ محبوب ہو جاتا ہے۔"

اور فرمایا کہ

"روز قیامت کچھ لوگوں کے لئے عرش کے پاس تخت بچھائے جائیں گے۔ ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہوں گے لوگ حالت خوف میں ہوں گے تو وہ بے خوف ہوں گے، وہ اللہ کے دوست ہوں گے نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ انہیں کوئی غم ہوگا۔ آپ سے پوچھا

Marfat.com

گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے، آپؐ نے فرمایا راہ خدا میں محبت کرنے والے،
(احمد، حاکم)

اسلام میں اخوت کی تکریم اس لیے کی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کی باہمی محبت و اخوت سے اجتماعی خیر کا چشمہ پھوٹے اور ان کی اس اجتماعی خیر سے شر کا راستہ بند ہو جائے اور معاشرے میں خیر و سلامتی اور امن و محبت کی فراوانی ہو جائے۔ یعنی محبت و اخوت بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ ان مقاصد کی وجہ سے مقصود ہے جو اس محبت و اخوت سے حاصل ہوتے ہیں۔

## مقاصد اخوّت

اسلام کی نظر میں اخوت اطاعت الٰہی، تذکیر باللہ اور باہم گر تلقین حق او تلقین صبر کا ایک ذریعہ ہے، اسی مقصد کی وجہ سے مسلمان کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ نیک اور صالح افراد کی صحبت اختیار کرے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

'جس شخص کو اللہ خیر سے نوازنے کا ارادہ فرماتے ہیں اسے خلیل صالح کی صحبت عطا فرما دیتے ہیں، جو اسے بھول جانے کی صورت میں یاددہانی کرانا اور حکم الٰہی کے یاد ہونے کی صورت میں اس پر عمل کرنے میں مدد دیتا ہے'

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ

'ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلائے جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جن کا عمل آخرت کی رغبت پیدا کرے'

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ

'اخوان صدق کی معیت میں رہو کہ فراخی میں وہ تمہارے لئے باعث زینت اور شدت میں تمہارے لئے باعث اعانت ہوں'

اس اخوت کے ذریعے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی تکالیف میں کام آتے ہیں، مصائب میں مددگار بنتے ہیں اور دشواریوں میں اعانت کرتے ہیں، کیونکہ انسان تن تنہا ہر آزمائش سے نہیں گزر سکتا اور تنہا ذمے داریاں پوری نہیں کر سکتا اس لئے موانست کی ضرورت ہے اور ایسے بھائی

Marfat.com

چارہ کی ضرورت ہے جس میں سب ایک دوسرے کے معین و مددگار ہوں۔

حضرت موسیٰؑ نے نبوت کی ذمے داریوں کی تکمیل کے لئے حق سبحانہ سے اپنے بھائی کو رفیق مددگار بنانے کی درخواست کی۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ٥ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ٥ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ٥ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ٥ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ٥ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ٥ (طٰہٰ : ٢٩ - ٣٥)

اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔ یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعے سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے۔ اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے کام) میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم دونوں آپ کی کثرت سے پاکی (شرک و نقائص سے) بیان کریں۔ اور آپ کا کثرت سے ذکر کریں۔ بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں۔

## توسط و اعتدال

اخوت کی ان خوبیوں اور محاسن کے باوجود اسلام بہر حال ہر مسئلہ میں اعتدال کا علم بردار ہے چنانچہ اسلام نے ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ عبادات میں بھی اعتدال کا رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو معاملوں میں اختیار دیا جاتا تو آپؐ ان میں سے متوسط اور معتدل امر کو اختیار فرماتے کیونکہ بہر حال انتہا پسندی نا روا ہے اور غیر طبعی امر ہے جس سے کئی انحرافات رونما ہوتے ہیں۔

اسلامی اخوت فطری اور طبعی تعلق ہے، اس میں نہ عشق کی طرف میلان ہے اور نہ اس میں ایسی شدید محبت ہے کہ محب محبوب کی محبت میں پگھل جائے، کیونکہ محبت جب اس حد میں داخل ہو جائے گی تو شرعی تحفظات کی حدود پامال ہو جائیں گی اور اس میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسے احساسات داخل ہو جائیں گے۔ جس کے نتائج درست نہیں ہوں گے۔

اس لئے راہ حق میں محبت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اللہ سے ڈریں اور اپنی اخوت کی اساس روح اسلام کے مطابق رکھیں اور جذبات کو عقل کے قابو میں رکھیں اور

Marfat.com

عقل کو نور اسلام سے منور کریں۔

داعیان حق کے قلوب ایسے معابد ہوں جن میں صرف خدا کی عبادت ہو اور جو شرک کے ہر خفی اور قوی اثر سے پاک ہو، اس اخوت کی قابل تقلید مثال خود سرکار دو عالمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

"اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا" اور کسی صالح نے کہا تھا کہ

"میں نے چالیس برس تک اپنے قلب کے دروازے پر پہرا دیا تاکہ اس میں خدا کے سوا کسی کی یاد کا گزر تک نہ ہو"

Marfat.com

# عالمی اسلامی تحریک کا قیام

دور جدید میں اسلامی جد وجہد کے مختلف طریقے ہیں اور متعدد مناہج پر دعوت اسلام کے فریضہ کو انجام دیا جا رہا ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ تنوع اسلام کے اصل خد وخال اور حقیقی روح سے دور نہ لے جائے اور تمام قوتیں اور صلاحیتیں جماعتی منافست کی نذر نہ ہو جائیں مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ جماعتیں اسلام کی خدمت انجام نہیں دے رہی ہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ اسلام کے لئے کی جانیوالی جد وجہد کا یہ تنوع لوگوں کی پریشانی کا باعث بنتا ہے اور ان میں بیزاری کا سبب بنتا ہے جس سے اسلام کے مقصد کو نقصان پہنچا ہے۔

روح اسلام کا تقاضا یہی ہے کہ اسلام کے لئے کام کرنے والی تمام قوتیں متحد ومتفق ہوں اور دور جدید میں طریقۂ مزاحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اسلامی قوتیں باہمی اتحاد کے ساتھ جاہلیت پر ضرب لگائیں اور ایسی ریاست برپا کریں جو اللہ کی شریعت نافذ کرے اور تمام دنیا کی ہدایت کے منصب پر فائز ہو۔

## عالمی اسلامی تحریک کے قیام کے جواز

ایک عالمی اسلامی تحریک کے قیام کے کثیر اور مضبوط جواز موجود ہیں اور جو لوگ فروغ اسلام کی جد وجہد میں مصروف ہیں انہیں ان اُمور کا جائزہ لے کر پورے اعتماد وثوق اور ایمان ویقین کے ساتھ عالمی اسلامی تحریک کے قیام کی سعی کرنی چاہیئے۔

آج کے دور میں اسلام کو ہر سمت سے زبردست حملوں کا سامنا ہے اور پوری دنیا میں اسلامی شریعت اور اسلامی قانون معطل ہیں اور ہر طرف طاغوت، مادیت، مادی افکار اور مادی نظاموں

Marfat.com

کی بالادستی ہے اور دنیا کے ہر حصے میں وہی افکار اور نظام غالب ہیں جو سراسر اسلام کے خلاف ہیں بلکہ اسلام کی ضد ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ اخلاقی زوال اپنے منتہا کو پہنچا ہوا ہے نظام ظلم وستم انسانیت پر مسلط کر دیئے گئے ہیں اور مساوات اور حریت اور سماجی انصاف کے ناموں پر انسانیت کو جیتے جی جہنم کا مزہ چکھا دیا گیا ہے۔

اسلام اور جاہلیت کی کشمکش اب محض کوئی فکری بحث نہیں رہی ہے بلکہ یہ نزاع ایک خونی جنگ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور جاہلیت اسلام کے خلاف خطرناک اسلحہ، تباہ کن ہتھیار اور قتل و خونریزی عذاب وہی اور قید و بند کی صعوبتوں کے وسائل سے نبرد آزما ہے اور جاہلیت زندگی کے ہر میدان سے اسلام کو ہر طرف اور غیر موثر کر دینے کے درپے ہیں۔

پوری دنیا ضیاع و کس مپرسی میں مبتلا ہے اور انسانیت انحراف کھوکھلے پن اور شذوذ (ABNORMLITY) کے گرداب میں گرفتار رہے، انسان کو جاہلیت حدیثہ کے پُرفریب مظاہر نے اندھا بہرا بنا دیا ہے۔ جنسی ہیجان کی آگ نے نوجوانوں کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے اور وجودیت (EXISTENTIALISM) کی شدید لہروں نے اخلاق انسانی اور افکار انسانی کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔

ان تمام تحدیات (چیلنجوں) کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک عالمی اسلامی تحریک کی شدید ضرورت ہے اور اس لئے بھی ضرورت ہے کہ آج کل اسلام کو جاہلیت کی جن تحریکوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے وہ بھی عالمی تحریکیں ہیں، جن کے پاس جملہ وسائل قوتیں اور طاقتیں موجود ہیں، یعنی صیہونی تحریک ماسونی تحریک، اشتراکی تحریک اور صلیبی تحریک ان قوتوں کے مقابلے کے لئے ایسی عالمی اسلامی تحریک کا قیام ضروری ہے جو بھرپور وسائل اور قوتوں کی مالک ہو اور جو تنظیمی، فکری اور افرادی قوتوں کے لحاظ پوری طرح جاہلیت سے نبرد آزما ہو سکتی ہو۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال ۶۰)

اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں

Marfat.com

اور تمہارے دشمن ہیں ۔

## اسلام کیلئے جدوجہد کے دائرے میں تجربات

عالمی اسلامی تحریک کے خدوخال اجاگر کرنے سے پہلے اور اس کی خصوصیات پر کلام کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دور جدید میں اسلام کے فروغ اور احیاء کے لئے جو جدوجہد ہوتی ہے اس کے چند تجربات پر گفتگو کی جائے۔

## وعظ وارشاد کا طریقہ، اور تبلیغی جماعت کا تجربہ

بسا اوقات انفرادی طور پر خطباً اور دعوت وارشاد کا کام کرنے والے وعظ و تلقین کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، یہی طریقہ تبلیغی جماعت نے اجتماعی طور پر اختیار کیا ہے اور یہ اسلوب اپنایا ہے کہ رفقائے جماعت ہفتہ میں چند گھنٹے، مہینہ میں ایک دن اور سال میں ایک ماہ ضرور جماعت کے ساتھ گزاریں اور اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ کے لئے نکل جائیں۔

بلاشبہ تبلیغی جماعت کے اصحاب میں خلوص، جذبہ، اور صدقِ مطلوب موجود ہوتا ہے؛ لیکن ان کا یہ اسلوبِ دعوت دورِ جدید کی سرکش اور متمرد جاہلیت کے مقابلے اور اس سے نبرد آزما ہونے کی سکت نہیں رکھتا کیونکہ۔

ا) اس طریقہ کار سے کبھی اجتماعی تحریک برپا نہ ہوگی جو عملاً جاہلیت جدیدہ سے مزاحمت کرکے ایک اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلامی ریاست کی تشکیل کی راہ ہموار کرسکے۔

ب) اس طریقہ کا اصل اثر مساجد تک محدود رہے گا۔ اور ان جدید طبقوں میں سرایت نہیں کریگا جن کے ہاتھوں میں دورِ جدید کی زمام کار ہے اور جو سوادِ اعظم کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ج) جدید افکار اور فلسفیانہ موشگافیوں کا مقابلہ اس طریقہ سے نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بالعموم اس طریقۂ دعوت میں ترغیب و ترہیب پر زور ہوتا ہے اور یہ اسلوب انہی لوگوں پر اثر انداز ہوسکتا ہے جو پہلے ہی کسی درجے میں دیندار ہوں۔

د) اس طریقہ کار میں بظاہر یہ منصوبہ بندی شامل نہیں ہے کہ فصل کی تیاری کے لئے بیج ڈالے

Marfat.com

جائیں اور ان کے نشو ونما کی مساعی کی جائیں "تاآنکہ ان کے ثمرات ظاہر ہو جائیں یہ کچھ اس طرح کا کام ہے جیسے طاہر الجزائری اور جمال الدین افغانی نے کہا کہ "کلمہ حق کہہ دو اور بس" ۔ اس میں نہ صرف یہ کہ نتیجہ بہت دیر میں برآمد ہوگا بلکہ سرے سے کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے[1] ۔

محترم سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ نے اس سلسلے میں فرمایا ہے کہ

مسیحی مشنری کے طرز پر دعوت اسلام چنداں مفید نہیں ہے، خواہ صبح وشام سیکڑوں مرتبہ لوگوں کو یہ تلقین کی جائے کہ لوگو اللہ سے ڈرو، اس امر کو موید کرتے رہنے کہ اسلام ہر زمانے اور ہر جگہ کے لئے ایک موزوں دین ہے اور اس امر کو زور خطابت سے ثابت کرتے رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ ضرورت تو یہ ہے کہ اسلام کے جو فوائد ہیں وہ عملاً اور عالم واقع میں صاف طور پر دکھا دیئے جائیں اور ایسا عملی نظام تشکیل دید یا جائے جس میں ان مسائل کا عملی حل موجود ہو جو انسانیت کے لئے آزمائش بنے ہوئے ہیں، اور اسلام کو ایک ایسے معاشرے کی صورت میں برپا کرکے دکھا دیا جائے جس کے فوائد اور ثمرات سے تمام انسانیت عملاً مستفید ہو ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے عملی جد وجہد اور مد مقابل قوتوں سے مزاحمت اور مقابلہ کی ضرورت ہے اور محض وعظ وارشاد اس کام کے لئے کافی نہیں ہے۔

## طاقت کے استعمال اور مسلح انقلاب کا طریقہ

احیاء اسلام کے لئے کچھ کوششیں طاقت کے استعمال اور مسلح انقلاب کی صورت میں بھی کی گئی ہیں ۔ مثلاً حضرت سید احمد شہیدؒ نے یہ کوشش کی کہ آپ نے رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے

---

[1] تبلیغی جماعت دراصل اصلاح نفس اور ارتقائے روحانی کی ایک بے حد موثر اور زود اثر تحریک ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کا نفس اور اس کا باطن تبدیل ہو جائے تو اس کی زندگی کے جملہ مظاہر اعمال خود بخود بدل جاتے ہیں، خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ سالہ مکی دور میں انسانوں کی باطنی اصلاح فرمائی اور حکومت وریاست کا مرحلہ مدنی زندگی میں آیا، نیز یہ کہ آپؐ نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ ہم ایک چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد یعنی نفس کے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں تبلیغی جماعت میں شرکت سے جس قدر انسان میں روحانی اور اخلاقی تبدیلی آتی ہے اس کی مثال کسی دوسری تحریک یا جماعت میں نہیں ملتی ۔ (س۔ سدیقی)

Marfat.com

ساتھ عملی جہاد کیا اور شمالی ہند میں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کی سعی کی۔ بہرحال انگریزوں کی سازش سے ۱۲۴٦ھ میں آپ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے بہت سے رفقاء بھی جنگ میں شہید کر دیئے گئے۔

شیخ عزالدین القسام نے فلسطین کو انگریز کے قبضہ سے چھڑانے کے لئے عملی جہاد کیا اور ۱۹۳٦ء میں شہید ہوئے، آپ نے اپنے طلبہ کی ایک جماعت کو جہاد کی تربیت دی اور انہی کو ساتھ لے کر جنگ کے لئے نکلے اور انگریز سے جہاد کیا۔

ایرانی تحریک مسلم فدائیین کا نظریہ یہ تھا کہ روئے زمین کو صیہونیت اور سامراج سے پاک کرنے کے لئے طاقت کا استعمال ناگزیر ہے۔ نواب صفوی اس تحریک کے لیڈر تھے ایران کے اسلام دشمن طبقوں نے ان کی سخت مخالفت کی بالآخر ۱۹۵٦ء میں نواب صفوی اور ان کے قریبی ساتھی گولیوں کو نشانہ بنا دیئے گئے۔

یہاں پر اس انقلابی طریقۂ کار کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں ہے البتہ اس قدر اشارہ کر دینا کافی ہے کہ اسلام نے طاقت کے حصول اور قوت کی فراہمی پر زور دیا ہے لیکن جہاں تک طاقت کا استعمال ہے وہ مقابلہ اور جدوجہد کی مساعی کا اور احیائے اسلام کی سعی کا ایک حصہ تو ضرور ہے مگر کل سعی اسلام اس پر موقوف نہیں ہے۔

اس موقع پر امام شہید حسن البناء کی اس رائے کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ بہت سے لوگ اخوان المسلمین کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا اخوان اپنے مقاصد کے حصول کے لئے طاقت استعمال کرے گی اور کیا سیاسی اور اجتماعی نظام کو بدلنے کے لئے اخوان المسلمون انقلاب کا راستہ اختیار کرے گی؟ اس قسم کے استفسارات کے جواب میں میں پوری وضاحت سے کہتا ہوں کہ اسلام کے پورے نظام میں قوت و طاقت درکار ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال: ٦٠)

اور ان (کافروں) کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعے سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

Marfat.com

جہاں تک اخوان المسلمون کا تعلق ہے تو یہ تحریک عمیق الفکر اور بعید النظر ہے اور فکر و عمل کی سطحیت پر یقین نہیں رکھتی اور جانتی ہے کہ قوت ایمان اور عقیدہ کی طاقت ہر قوت و طاقت سے زیادہ ہے اور ہتھیاروں کی مادی قوت اسی اصل قوت کے اظہار کا وسیلہ بنتی ہے اور کوئی تحریک اسی وقت طاقتور اور مضبوط کہلا سکتی ہے جبکہ وہ عقیدہ اور ایمان میں طاقتور ہو۔ لیکن اگر کسی جماعت کے اصحاب کا عقیدہ مضبوط نہ ہو اور ان کا ایمان قوی نہ ہو اور مادی قوتوں پر اعتماد کرے تو تباہی اسکا مقدر ہے اور وہ کسی بھی حال میں محض قوت و طاقت سے کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سوال یہ ہے کہ کیا اسلام نے ہر موقعہ پر اور ہر حال میں قوت کے استعمال کا حکم دیا ہے یا اس نے اس کے استعمال کی بھی کچھ حدود اور شرائط متعین کی ہیں؟ کیا اسلام کی نظر میں طاقت کا استعمال ہی اصل علاج ہے یا اصل علاج کے بعد یہ اس کا تتمہ ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ پہلے سے یہ جائزہ لیا جائے کہ طاقت کے استعمال کے کس قدر مفید اثرات برآمد ہوں گے اور کس قدر غیر مفید نتائج برآمد ہوں گے؟ کیا اسلام یہ چاہتا ہے کہ طاقت کو ہر حال میں استعمال میں لایا جائے، خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں؟

اخوان المسلمین کو چاہیئے کہ ان تمام پہلوؤں پر بخوبی غور کرے (پیغام پانچویں مؤتمر ۱۳۵۷ھ)

## تعلیمی اور فکری طریقہ کار

حزب تحریر اسلامی کا تصور یہ ہے کہ امت اسلامیہ کو اس کے امراض سے رہائی دلانے کے لئے ایک ایسی فکری مہم کی ضرورت ہے جس کے ذریعے صحیح اسلامی افکار اور صحیح احکام اسلامی کا فہم حاصل ہو جائے اور ایسا فکری اور تعلیمی انقلاب برپا کیا جائے جو باطل افکار کا توڑ کرے اور فاسد نظام کے فساد کو ظاہر کرے۔

حزب تحریر اسلامی نے مختلف موضوعات پر بہت سی تحریریں اور کتابیں شائع کیں اور اسلامی نظام کی تفصیلات اور حزب اسلامی کے موقف کی وضاحت کی۔

حزب تحریر اسلامی کے بارے میں مسلمانوں کی آراء مختلف ہیں، بعض اس تحریک کے قیام اور اس کے مقاصد پر شبہ کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس تحریک کا مقصود لوگوں کو فکری انتشار سے دوچار کرنا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس تحریک میں بڑا ابہام پایا جاتا ہے اور یہ کہ یہ گزشتہ

Marfat.com

تمام تحریکات پر تنقید کرتے ہیں اور انہیں ناکام قرار دیتے ہیں دیگر یہ کہ یہ تحریک اپنے کارکن دیگر اسلامی جماعتوں کے افراد کو توڑ کر حاصل کرتی ہے کہ وہ جس جماعت سے وابستہ ہیں اس کے طریقہ کار کے بارے میں شبہات پیدا کرتے ہیں نیز یہ کہ حزب اسلامی کے افکار غیر واضح اور غیر مدلل ہیں اور بالآخر خود یہ تحریک بھی ایک اسلامی ریاست کے مقصد کے حصول میں ناکام رہی ہے حالانکہ حزب اسلامی یہ تاثر دیتی رہی کہ گویا عملاً وہ اسلامی ریاست کے قیام کے مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور اس کے صرف رسمی اعلان کی تاخیر ہے۔

اس طریقہ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ حزب تحریر میں شامل ہونے والے افراد کی نفسیات پر غلط اثرات مرتب ہوئے کہ اس تحریک نے ان عناصر کو دوسری جماعتوں سے اخذ کیا اور پھر انہیں یونہی چھوڑ دیا کہ ان عناصر کا اسلام کے حق میں نقصان فائدہ سے زیادہ ہوگیا اور وسیع تمناؤں کے بعد انہیں مکمل ناکامی اور تلخی کا شکار چھوڑ دیا گیا

بعض حضرات کے نزدیک حزب اسلامی کا تجربہ بھی اسلامی جدوجہد کے دیگر تجربات کی طرح ہے اور اس کے بھی کچھ محاسن ہیں۔ اور کچھ مساوی ہیں اور اس تجربہ کی ناکامی کی اصل وجہ کہ اس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سرعت اور تیزی کو اختیار کیا اور سابقہ تحریکوں پر یہی اعتراض کیا کہ وہ سست رو تھیں لیکن بعد میں خود حزب اسلامی نے اس سرعت اور جلد بازی کی غلطی کو محسوس کیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ"

حزب اسلامی کا لوگوں کے ذہنوں پر اسلامی اثرات مرتب کرنے میں ناکام رہنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ جماعت نے دعوت کے طریقہ کو نہیں سمجھا، یا اس سے انحراف کیا یا اس کی غلط تطبیق کی بلکہ خود دعوت کا طریقۂ کار ہے کہ کار دعوت کے اثرات فوری اور سریع نہیں ہوتے کیونکہ فکری طور پر پسماندہ معاشرہ میں فکری توانائی داخل کرنے کا عمل بے حد سست رفتار ہوتا ہے اور لوگوں کو ایک مدت تک مسلسل فکری غذا دینا پڑتی ہے :

حزب تحریر اسلامی کے بارے میں تمام آراء کا جمع کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ عصر جدید میں احیائے اسلام کی جو کاوشیں ہوئی ہیں، ان کے تجربات لوگوں کے سامنے پیش کئے جائیں اور ان سے استفادہ کیا جائے۔ اس لئے میں منطقی انداز میں بامقصد طریقے پر حزب تحریر اسلامی

Marfat.com

:پر تنقید کرتا ہوں تاکہ اس سے ایک عالمی اسلامی تحریک کی راہ ہموار ہوسکے۔

۱) حزب تحریر اسلامی اسلامی شخصیت سازی کے لئے فکر پر بہت زیادہ اعتماد کیا اور ہر چند کہ اس نے اخوان المسلمون پر یہ گرفت کی کہ اس نے روحانی اور اخلاقی تربیت پر بہت زور دیا ہے لیکن خود حزب تحریر اسلامی فکر پر بہت زور دیتی رہی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت واضح ہے کہ آپؐ فکری روحانی اخلاقی اور مشتمل بر جہاد تربیت فرماتے تھے۔

۲) حزب تحریر اسلامی کی دوسری غلطی یہ ہے کہ اس نے یہ اصول مقرر کیا کہ تحریک مرحلۂ ثقافت سے مرحلۂ عمل میں داخل ہوگی۔ یعنی جاہلی نظام وافکار پر ضرب لگاکر تعمیر نو کے مرحلے میں داخل ہوجائے گی لیکن یہ بات بغیر پل کے دریا عبور کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ محض فکری طور پر کارکنوں کو تیار کردینا جاہلیت کے مقابلے اور مزاحمت کے لئے کافی نہیں ہے اور اس سے ان میں جاہلیت کی تحدیات سے مقابلہ کی صلاحیت نہیں پیدا ہوسکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ تحریک عوام میں داخل ہو اور عوام میں اپنی جگہ بنائے اور کوئی ایسا مرکز تشکیل دے جہاں سے اس کو مکمل حمایت حاصل ہو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنایا اور اسے مسلمانوں کا اور اپنے حامیوں کا مرکز بنایا۔

۳) حزب تحریر اسلامی نے تحریک سے باہر کی قوتوں اور ان سے حصول نصرت پر اعتماد کیا کہ کسی بھی قوت سے مدد لے کر اسلامی نظام حیات شروع کیا جائے لیکن اس کے لئے اس تحریک نے خود قوت کا مالک ہونا ضروری نہیں سمجھا، چنانچہ مختلف اوقات میں شام اور عراق سے طلب نصرت کی گئی اور ۱۹۶۷ء تک طلب نصرت کا یہی طریقہ جاری رہا۔

حزب تحریر اسلامی کا کہنا ہے کہ کسی حکومت کے سربراہ سے وفد بھیج کر یا ایک نوجوان کو بھیج کر طلب نصرت کی جائے یا کسی جماعت سے یا قائد جماعت سے یا کسی قبیلہ کے سردار سے نصرت طلب کی جائے اور باخبر نوجوانوں یا ایک نوجوان کا وفد اس مقصد کے لئے بھیجا جائے۔

طلب نصرت کی یہ منطق بڑی عجیب ہے اور بداہتاً قابل رد ہے چنانچہ تحریک حزب تحریر اسلامی کو کبھی ایسی نصرت کہیں سے نہیں ملی، اصل بات یہ ہے کہ تحریک اسلامی کو اپنی ہی صلاحیتوں اور قوتوں پر اعتماد کرنا چاہیئے اور مضبوط اور پختہ کار کارکن تیار کرنے چاہئیں یہ اسلوب موجودہ

Marfat.com

حالات ہیں اس لئے بھی ضروری ہے کہ تمام اسلامی دنیا غلط نظام اور جاہلی اثرات کے تحت زندگی گزار رہی ہے اور داخلی اور خارجی جاسوسی اور سازشوں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

۴) حزب تحریر اسلامی نے تمام احکام اور افکار اسلامی پر اپنی بنا رکھی اور ہر سوال کا عمومی جواب دیا اور ہر مسئلہ کے بارے میں ایک فیصلہ کن رائے دی۔ ابتداءً اسلامی علوم سے کم واقف نوجوانوں کو یہ اسلوب عمدہ معلوم ہوا لیکن اس کا دور رس نتیجہ یہ ہوا کہ فکر اسلامی میں تنگی پیدا ہوئی اور کارکنوں کی معلومات حزب اسلامی کے لٹریچر تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اہم اخلاقی امور جو تحریکی اور سیاسی اہمیت کے حامل ہوں ان میں یہ طریقہ مفید اور مناسب ہو سکتا ہے لیکن مطلقاً اسلامی شریعت کے پہلوؤں میں یہ رویہ نامناسب ہے۔

اس مقام پر ہم سید قطب شہیدؒ کی کتاب معالم فی الطریق سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے یہ بات زیادہ واضح ہوگی۔

بعض مخلص کارکنوں کو یہ مناسب محسوس ہوتا ہے کہ وہ طریق دعوت کو آسان اور پسندیدہ بنا دیں اور اسلامی شریعت کے تمام پہلوؤں اور قوانین اسلامی کو اسی طریقہ کے مطابق پیش کریں حالانکہ انہیں دین اسلام کی روح سے واقفیت ہوتی ہے اور نہ اسلامی نظام کے جملہ خصائص سے متعارف ہوتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام کو نظریات کی صورت میں ڈھال لیا جائے، ایک نظام کا قالب عطا کر دیا جائے اور زندگی کے جملہ امور کی تشریحات فراہم کر دی جائیں حالانکہ روئے زمین پر کوئی معاشرہ ایسا موجود نہیں ہے جس میں عملاً اسلامی شریعت نافذ ہو جو اقتدار کا مالک ہو اور اسلام کو ہر شعبہ زندگی میں جاری کئے ہوئے ہو۔

## اخوان المسلمون کا تجربہ

اخوان المسلمون تمام اسلامی ممالک میں موجود ہے اس نے ایمان عمیق، تکوین دقیق اور پیہم عمل کا طریقہ اختیار کیا ہے اگرچہ تحریک تمام اسلامی ممالک میں یکساں نظم اور ہم آہنگی کی حامل نہیں رہی ہے۔ امام حسن البناء جو اخوان المسلمون کے موسس ہیں انہوں نے طریقہ دعوت، اسلوب اور وسائل کے بارے میں فرمایا ہے کہ

Marfat.com

برادران اسلام، ہم اسلام کی میراث کے اس وقت حامل بنتے ہیں جبکہ اس کی دشواریاں بہت بڑھ گئی ہیں اور تاریکی ہر طرف چھا گئی ہے اب اسی تاریکی میں نور کی کرن روشن کرنا ہے، اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اس کو شریعت کی بالادستی عطا کرنا ہے اور ازسرنو ایک اسلامی ریاست قائم کرنا ہے :

اس مقصد کے حصول کے لئے محض وعظ و تقریر اور درس و نصیحت کافی نہیں ہے بلکہ دعوت کے بھرپور وسائل اختیار کئے جائیں اور ان پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

وسائل دعوت ہر دور میں غیر متغیر رہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱) ایمان عمیق

۲) تکوین دقیق

۳) پیہم عمل

اے کارکنانِ الاخوان ، اخوان المسلمون نہ توکوئی فلاحی جماعت ہے نہ سیاسی اور نہ ہی یہ محدود مقاصد کی حامل ایک وقتی تنظیم ہے ، بلکہ آپ حضرات اسلام کی روح جدید ہیں جسے قرآن کی پکار لے کر اس امت میں نفوذ کرنا ہے اور معرفت آلہی کے نور سے تاریکیوں کو منور کرنا ہے اور دعوتِ نبوتؐ کو ہر گوشے اور ہر مقام پر لے جانا ہے ، یہ فرائض تمہیں انجام دینے ہیں جبکہ باقی لوگ ان کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔

اگر تم سے اس دعوت کا مقصد پوچھا جائے تو تم کہو کہ ہم اس اسلام کے داعی ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور حکومت و قیادت اسی اسلام کا ایک حصہ ہے ، اگر تم سے کہا جائے کہ تم سیاست میں نہ پڑو تو تم کہو کہ سیاست ہمارے دین اسلام کا ایک جزء ہے اور یہ کہ ہم دین و دنیا کی تفریق کے قائل نہیں ہیں - اگر یہ کہا جائے کہ تم انقلابی ہو تو کہو کہ ہم داعیان حق اور طالبان سلامتی ہیں اگر تم ہمارا راستہ روکو گے تو ہم ضرور مدافعت کریں گے اور اس صورت میں تم ہی ظالم اور انقلابی ہو گے اگر کہیں کہ تم بعض اداروں یا اشخاص سے امداد حاصل کر رہے ہو تو تم کہو کہ ہم تو صرف اللہ پر ایمان لائے ہیں - اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک کئے ہوں ہم ان کے

Marfat.com

منکر ہیں اور اگر اس کے بعد بھی وہ بحث پر اڑے رہیں تو ان سے کہو کہ السلام علیکم ، ہم درپے جہالت نہیں ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ اخوان المسلمین دیگر تحریکوں سے ہر لحاظ سے ممتاز ہے یہ ایک فکری دعوت ہے جس کا مطمح نظر خالص اسلامی عقلیت کی تشکیل ہے۔ تاکہ ہر فکر فلسفۂ نظریہ اور ضابطہ اور قانون کو رد کر کے زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کو قبول کیا جائے۔

یہ ایک تربیتی دعوت ہے اور افراد میں ایسی اسلامی نفسیات پیدا کرتی ہے کہ کارکن اسلامی اخلاق و آداب کو اختیار کرے تزکیہ نفس کرے اور ترقی کے مدارج طے کرے۔

یہ دعوت دعوتِ جہاد بھی ہے کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ جہاد کی مطلوبہ تیاری کی جائے۔ اور اس کے جملہ وسائل اور اسباب فراہم کئے جائیں اور حق کو ایسی قوت و طاقت فراہم کی جائے کہ حق دورِ جدید کی تحدیات کا مقابلہ کر سکے اور درپیش مہمات سے عہدہ برآ ہو سکے۔

امام حسن البناءؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ

حق اور قوت و طاقت کو پہلو بہ پہلو روبہ عمل ہونا چاہیئے کہ حق کے اثبات کے لئے قوت ناگزیر ہے اسی لئے اسلام نے جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فعل خیر اور اجتناب شر اور شعائرِ اسلام کے تحفظ کا حکم دیا ہے اسی طرح اسلام نے دعوتِ اسلامی کی اشاعت کے لئے جہاد کا حکم دیا ہے اور کسی بھی فردِ مسلم کو فریضۂ جہاد سے مستثنیٰ نہیں کیا ہے بلکہ بڑے مضبوط اور موثر طریقے پر یہ اعلان فرمایا ہے کہ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ : ۴۱)

نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو اور خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔

امام حسن البناءؒ اکثر اسی مفہوم کو بیان کرتے کہ حق کے اظہار کے لئے قوت لازمی ہے چنانچہ تحریک کی پانچویں موتمر ۱۳۵۷ھ میں انہوں نے فرمایا کہ اے اخوان المسلمون کے کارکنو، جس وقت تم میں سے ایسے تیرہ سو دستے تیار ہو جائیں گے جن میں سے ہر فرد ایمان و عقیدہ کے لحاظ سے

Marfat.com

کامل، علم و ثقافت کے لحاظ سے مکمل اور جسمانی تربیت سے بخوبی آشنا ہو، تو بس تمہیں لیکر سمندروں کو عبور کر جاؤں گا۔ اور روئے زمین کے ہر سرکش باطل پرست سے قتال کروں گا کہ قرآن کے فرمان کے مطابق مومن اکثریت پر غالب آ کر رہتی ہے۔

## اخوان المسلمون اور حالات کی مزاحمت

اخوان المسلمون دنیائے اسلام میں ہر مسلمان کی توجہ کا مرکز بنی اور اس نے ہر طرح کے حالات میں اپنے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی جد و جہد کی اور اگر ہر سمت سے مزاحمت نہ کی جاتی ہر جانب سے اس کی شکست و ریخت کے سامان نہ ہوتے استعماری قوتیں اس کے خلاف سازشیں نہ کرتیں اور اس قدر عظیم ابتلاء اس پر نہ ٹوٹ پڑتے تو یقیناً اخوان المسلمون کامیابی سے ہمکنار ہوتی اخوان المسلمون اپنے روز تاسیس ہی سے ابتلاء اور آزمائش کا شکار رہی ہے خود اس کے مؤسس ۱۹۴۹ء میں شہید کر دیئے گئے پھر بڑے بڑے قائدین اور رجال کار شہید ہوتے رہے جس سے تحریک کی سیاسی قوت کمزور پڑ گئی اگرچہ اس نے اپنا فکری وجود بہر حال برقرار رکھا مزید برآں یہ کہ اخوان کو خود اسلامی ملکوں میں نظام کفر سے سابقہ پڑا اور ملحدانہ اشتراکیت نے عرب ممالک میں اسلامی قوتوں کو کچل کر رکھ دیا عرب ملکوں سے مغرب کی نام نہاد جمہوریت تو رخصت ہوئی جس میں بہر حال کسی درجے میں جماعتی عمل کی آزادی تو ہوتی ہے اور اس کی جگہ سیاہ کار و سیاہ بخت اشتراکیت نے لے لی جو اسلام کی انتہائی بے رحم اور کینہ پرور دشمن ہے نتیجہ یہ کہ ایمان و عقیدے کے گلے پر چھری چل گئی اور حق کو پابہ زنجیر کر دیا گیا۔

ان تمام حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ایک عالمی اسلامی تحریک برپا ہو جو ایسی منہاج پر کام کرے کہ اس کے لئے عالمی سطح پر فعال ہونا ممکن ہو جائے اور وہ پوری قوت سے اسلام کو درپیش تحدیات کا مقابلہ کر سکے۔

## عالمی اسلامی تحریک کی خصوصیات

دور جدید کی اسلامی تحریکات اگرچہ اسلامی ریاست کے قیام کا اصل مقصود حاصل نہ

Marfat.com

کر سکیں اور کسی بھی ملک میں ان کی جد و جہد اس حتمی نتیجے تک نہ پہنچ سکی کہ حیات اسلامی کا از سر نو آغاز ہو لیکن بہر حال ان تحریکات کا عملی جد و جہد کا وسیع تجربہ موجود ہے اور فکری میدان میں قابل قدر کام موجود ہے جس کی اساس پر بیسویں صدی کی جاہلیت کا مقابلہ کرنے والی ایک عالمی اسلامی تحریک قائم ہو سکتی ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

## انقلابیت

عالمی اسلامی تحریک کو انقلابیت کا حامل ہونا چاہیئے کیونکہ اسلام ایک انقلابی نظریۂ حیات ہے جس کے برپا کرنے کے لئے ایک انقلابی تحریک کی ضرورت ہے اور ایسے منہاج کی ضرورت ہے جو انقلابی ہو اور اپنے اہداف کو عملی نفاذ کے مرحلے میں داخل کر سکے۔

عالمی تحریک اسلامی کے لئے انقلابی استراتیجی اختیار کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ تحریک اپنے مقاصد و اہداف کو مرحلۂ تنفیذ میں داخل کر سکے اور جاہلی ماحول اور معاشرے کو تبدیل کر کے اسے اسلامی ماحول اور اسلامی معاشرہ بنا سکے اس کے لئے ضروری ہے کہ تحریک حالات اور ماحول کا پورا ادراک رکھے اور مؤثر قوتوں اور عوامل کا پورا شعور رکھے اور اس حقیقت کو مدِ نظر رکھے کہ اسلام کے لئے کس قدر امکانات اور لوازمات درکار ہیں۔

اس استراتیجی کا لازمی حصّہ یہ بھی ہے کہ تحریک اسلامی خود نظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے کیونکہ تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی جماعت یا تحریک نے جد و جہد کی ہو اور اس کے ثمرات کسی اور طبقے یا گروہ کے سپرد کر دیئے ہوں جو سرے سے ان امور پر یقین نہ رکھتا ہو جس پر اس تحریک کا یقین نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ نے جو جد و جہد کی اس کے نتیجے میں مدینہ کی اسلامی ریاست ظہور میں آئی۔ انقلاب فرانس روسو، والٹیر، اور مونٹیسکو کے انقلابی خیالات کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ مارکس انگلز اور لینن کی جد و جہد کا ثمرہ اشتراکی انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوا اور ہیگل فطشے، گوئٹے اور نطشے کے افکار نازی جرمنی کی صورت میں منظرِ عام پر آئے۔

Marfat.com

الغرض تحریک اسلامی کو اپنی ذمے داری اور مسئولیات کا مکمل ادراک وشعور ہونا چاہیئے کیونکہ تحریک اسلامی کا دائرہ وعظ وارشاد تک موقوف نہیں ہے اور نہ تحریک اسلامی کوئی ادبی تنظیم کی صورت میں صرف خطاب اور تقاریر پر اکتفا کر سکتی ہے۔ نہ تحریک اسلامی کسی دار العلوم کی طرح علمائے شریعت تیار کرنے کے فرائض انجام دے سکتی ہے اور نہ تحریک اسلامی کوئی دار الاشاعت کا منصب سنبھال سکتی ہے کہ اسلام کے بارے میں کتب شائع کرتی رہے۔

اس دعوت اسلامی اور اس اسلامی تحریک کا اصل کام یہ ہے کہ یہ میراثِ نبوت کی علمبردار بنے اور عصر جدید میں اسلام کے پیغام کو لے کر چلے اور اس کی تمام مسئولیات کو برداشت کرے اور فکری طور پر غلط افکار باطل تصورات اور جدید جاہلیت کے فلسفوں کی غلطیوں اور گمراہیوں کو آشکارا کرے اور ہر صورت اور ہر شکل میں باطل کے خلاف جہاد کرے اور تمام طاغوتوں کا سر کچل دے تاکہ دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے اور اسلامی ریاست وجود میں آجائے جو بنی نوع انسان کے لئے ہر خیر کا سرچشمہ بن جائے۔ عدالت ومساوات قائم ہو جائے، انسان، انسانوں کی بندگی سے آزاد ہو کر اللہ کا بندہ بن جائے اور جاہلیتوں کے گرداب سے نکل دامان رحمتِ اسلام میں آجائے۔

اس ہمہ گیر کام کے لئے ایک اعلیٰ معیار کی عالمی اسلامی تحریک کی ضرورت ہے جو ضروری قوتوں اور صلاحیتوں کی مالک ہو، اور جسے اپنی ان ذمہ داریوں اور مسئولیات کا مکمل شعور ہو۔

## آفاقیت

عالمی اسلامی تحریک میں آفاقیت ہونی چاہیئے کہ وہ کسی ایک علاقے یا ملک سے وابستہ نہ ہو بلکہ وہ تمام انسانیت کا مجموعی اثاثہ ہو، ہجرت مدینہ سے ہمیں یہی اشارہ ملتا ہے کہ اسلام کسی ایک مقام سے وابستہ نہیں ہے اور یہ کہ اسلام کے لئے ایک مقام موزوں، صالح اور مناسب ہو سکتا ہے جبکہ دوسری کوئی زمین اس کے لئے سنگلاخ غیر موزوں اور غیر صالح ثابت ہو سکتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ عالمی اسلامی تحریک وجود میں آئے جو جملہ قوتوں اور طاقتوں کو اسلام کے احیاء کے لئے استعمال کرے اور تمام موجود صلاحیتوں کو حصول نتائج کے لئے کھپائے۔

Marfat.com

## فکری تحریک

عالمی اسلامی تحریک جذبات کے بجائے اپنی اساس فکر سلیم کو بنائے اور یہ خصوصیت ہے۔ جو اسلام کو تمام قدیم و جدید تحریکوں سے ممتاز کرتی ہے کہ دعوت اسلامی کی اساس دلیل و برہان اور عقل و منطق ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کا صحیح فہم اور دین حق کا واضح شعور پیدا کیا جائے اور جاہلی افکار کا گہرا مطالعہ کر کے ان کا مقابلہ کیا جائے۔

## علمی تحریک

تحریک اسلامی دنیا کے جملہ علمی تجربات سے بخوبی استفادہ کرے اور عقل انسانی کی کاوشوں سے انتفاع کرے اور ان سب قوتوں کو مسخر کر کے اسلام کے احیاء کے مقصد میں لگائے، تاکہ بالآخر تمام انسانیت اس خیر سے مستفید ہو سکے۔

تحریک اسلامی تمام انسانی وسائل و ذرائع اور امکانیات کو اختیار کر کے اور جدید ترین تنظیمی نظریات سے استفادہ کر کے تحریک کے سیاسی عمل، عوامی جدوجہد اور طلبا کی تنظیمات میں موزوں طریقے پر استعمال کرے۔

تحریک کو علمی طور پر موجود معاشرے کی پوری واقفیت ہونی چاہیئے اور تمام فکری، نفسیاتی سیاسی اور جماعتی عوامل کا پورا ادراک ہونا چاہیئے اور تحریک کو علاقائی اور خارجی تعلقات کا شعور ہونا چاہیئے۔

## ربانی تحریک

تحریک اسلامی کارکنوں کی بنیاد ہی میں محض فکری وسائل پر اعتماد نہ کرے بلکہ کارکنوں کی روحانی تربیت کرے اور ان کو ربانی اسالیب پر تیار کرے کہ ان کے تمام جذبات و میلانات اور شعور و ادراک کا واحد معیار اسلام بن جائے اور حلال و حرام اور خیر و شر میں اسلام ہی مقیاس قرار پائے۔

اسلامی انقلاب اور اسلامی ریاست کے قیام کے لئے اسلامی شخصیت کی تشکیل انتہائی ضروری

Marfat.com

P.—24,000—8-6-89

ہے کہ تحریک کے افراد کی شخصیات اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے اور اگر اسلامی تحریک ایسے افراد کو تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے جنکی سیرت و کردار اسلام کے مطابق ہو تو تحریک میں فعالیت پیدا ہو جائیگی اور اس کے لئے اپنے مقاصد کا حصول سہل ہو جائے گا۔

اس لئے ضروری ہے کہ تحریک کے افراد اور کارکنوں کو نفسیاتی اور معنوی طریقہ پر تیار کیا جائے عقیدہ اور اخلاق کے لحاظ سے تربیت کی جائے اور فکری اور تحریکی اعتبار سے تربیت کی جائے تحریک اسلامی جس دور میں ہوا اور جس مقام پر ہو اس کا مقصد بھی ایک ہے اور اس کو جو مزاحمتیں پیش آتی ہیں وہ بھی یکساں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ تحریک اسلامی اپنی ذمہ داریوں اور اپنی مسئولیات کے پیش نظر اپنے تجربات کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ دور جدید کے حالات کے پیش نظر اور بیسویں صدی کی مکروہ اور بدترین جاہلیت کے مدنظر اسلامی تحریک کو کن قوتوں، صلاحیتوں اور توانائیوں کی ضرورت ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

(الانفال : ۶۰)

اور ان (کافروں) کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعے سے تم اپنا رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

---

مقا ۱ - منسلیں اسلام - متالیف و اشاعت

Marfat.com

# کارِ دعوت کی دشواریاں اور مسائل

مصنف

فتحی یکن

مترجم

ساجد الرحمٰن صدیقی

شعبہ دعوت و ارشاد

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

Marfat.com